عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ

لولاک

ملتان

۴

ربیع الثانی
۱۴۲۰ھ
اگست
۱۹۹۹ء

قادیانی جماعت کی پچاس لاکھ بیعتیں

ممتاز سائنسدان پروفیسر منور احمد ملک (سابق قادیانی)

کے حیرت انگیز انکشافات

قادیانیت کا سورج غروب ہونے والا ہے۔ قادیانیت پر نزع کا عالم طاری ہے۔
مرزا طاہر کے مبالغہ آمیز دعاوی کا حقائق کی روشنی میں واقعاتی تجزیہ

تفصیل صفحہ ۱۱ پر ملاحظہ کریں۔

بیاد مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ

ماہنامہ لولاک ملتان

شمارہ ۳ / ۴ ۳۶

زیر سرپرستی

خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خان محمد مدظلہ

پیر طریقت حضرت مولانا شاہ نفیس الحسینی مدظلہ

نگران اعلیٰ

فقیہ العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہ

چیف ایڈیٹر

صاحبزادہ طارق محمود

سب ایڈیٹر

حافظ احمد عثمان شاہد ایڈووکیٹ

سرکولیشن مینجر

رانا محمد طفیل جاوید

مینجر

قاری محمد حفیظ اللہ

مجلس منتظمہ

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ

علامہ احمد میاں حمادی ○ مولانا صاحبزادہ عزیز احمد

مولانا مفتی محمد جمیل خان ○ مولانا بشیر احمد

مولانا محمد اکرم طوفانی ○ مولانا جمال اللہ الحسینی

مولانا خدا بخش شجاع آبادی ○ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا مفتی حفیظ الرحمان ○ مولانا احمد بخش

مولانا محمد نذر عثمانی ○ مولانا غلام حسین

مولانا فقیر اللہ اختر ○ چوہدری محمد اقبال

مولانا قاضی احسان احمد ○ مولانا غلام مصطفیٰ

قیمت فی شمارہ ۱۰ روپے

سالانہ ۱۰۰ روپے

بیرون ملک ۱۰۰۰ روپے پاکستانی

رابطہ

دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضوری باغ روڈ، ملتان

☎ 061 514122

Fex : 061 542277

ناشر :۔ صاحبزادہ طارق محمود، مطبع : تشکیل زیر پرنٹرز ملتان، مقام اشاعت :۔ جامع مسجد ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس شمارے میں

راجہ ظفر الحق کا مکتوب...... یقین دہانی لیکن	اداریہ	۳
مقصد بعثت خاتم الانبیاء ﷺ	قاری عطاء المنعم	۸
جماعت احمدیہ کی پچاس لاکھ بیعتیں	پروفیسر منور احمد ملک	۱۱
ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ	مولانا عبدالسلام ندوی	۲۶
تقریر: حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ	ادارہ	۳۳
قادیانی شبہات کے جوابات	ادارہ	۵۱
قادیانی کرتوت	مولانا اللہ وسایا	۵۷
جماعتی سرگرمیاں	ادارہ	۶۰
سوال	حاجی اشتیاق احمد	۶۴

ادارہ

راجہ محمد ظفر الحق کا مکتوب...... یقین دہانی لیکن......!

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وفاقی وزیر مذہبی امور راجہ محمد ظفر الحق نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے جنرل سیکرٹری مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری کی طرف سے لکھے گئے ایک خط کے جواب میں یقین دلایا ہے کہ توہین رسالت کے قانون اور اس کے طریقہ کار میں کوئی تبدیلی نہیں لائی جارہی۔ راجہ صاحب نے ایک تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے اس امر کا اظہار کیا ہے کہ غیر مسلم اقلیتیں خواہ عیسائی ہوں' مقامی آبادی کے ساتھ اگر ان کا تنازعہ ہو تو اسے مصالحت کے ذریعہ سے طے کروانے کی کوشش کی جائے۔ وفاقی وزیر مذہبی امور کا مکتوب ملاحظہ فرمائیں:

محترم مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ جس کے لئے میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ میں سب سے پہلے اس بات کی واضح الفاظ میں تردید کرنا چاہتا ہوں کہ توہین رسالت کے قانون اور طریقہ کار میں کوئی تبدیلی لائی جارہی ہے۔ نہ تو بیورو کریسی نے ایسا مشورہ دیا اور نہ کسی اور طرف سے اس بارے میں کوئی تجویز آئی۔ لیکن پچھلے دنوں فیصل آباد سے مسلمان علماء کرام اور مسیحی راہنماؤں کا ایک مشترکہ وفد مجھے ملا تھا۔ انہوں نے عمومی طور پر یہ تجویز پیش کی کہ غیر مسلم اقلیتیں خواہ عیسائی ہوں یا ہندو' مقامی مسلمان آبادی کے ساتھ اگر ان کا کوئی تنازعہ ہو تو اسے مصالحت کے ذریعہ طے کرانے کی کوشش کی جائے۔ تاکہ یہ انفرادی مسائل بعد میں پاکستانی معاشرے کی بالعموم اور پاکستان سے باہر ممالک میں بدنامی کا باعث نہ بنیں۔ میں نے اس تجویز کو سامنے رکھتے ہوئے ملک بھر میں ضلع کی سطح پر مسلمان علماء کرام اور وہاں کے غیر مسلم راہنماؤں کی کمیٹیاں بنانے کی تجویز سے اتفاق کیا۔ جو اس ضلع کے تمام مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیاں مقامی تنازعات کو پرامن طریقے سے حل کرانے کی کوشش کریں۔ جہاں تک توہین رسالت کے موجودہ قانون اور اس کے طریقہ کار کا تعلق ہے۔ میں وزارت سے پہلے اور وزارت کے دوران متعدد بیان دے چکا ہوں کہ اس قانون کی موجودگی نہ صرف مسلمانوں کے دلی جذبات کی عکاسی کرتا ہے بلکہ ایک انتہائی شر انگیز فتنے کو روکنے کے لئے ضروری ہے۔ جس کا اظہار میں نے ملک کے اندر اور ملک کے باہر مسیحی راہنماؤں کے سامنے عالمی مذاہب کے مشترکہ اجلاسوں میں کیا۔ اس قانون کی موجودگی سے ملزموں کو عدالت کے ذریعہ جو قانونی تحفظ حاصل ہے وہ اس قانون کی عدم موجودگی کی وجہ سے اس سے

محروم رہیں گے۔ اور انہیں اپنی بے گناہی ثابت کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔ مجھے امید ہے کہ نہ صرف آپ کی ذاتی تشفی ہو گی بلکہ جہاں کہیں اور بھی غلط فہمی پیدا ہو گی اسے بھی رفع فرمائیں گے۔

والسلام خیر اندیش

(راجہ محمد ظفر الحق)

وفاقی وزیر مذہبی امور راجہ ظفر الحق کے خط میں واضح یقین دہانی پر دینی حلقوں نے یقیناً اطمینان کا اظہار کیا ہو گا۔ راجہ صاحب کے مکتوب پر ہم اپنی ذاتی رائے کا حق محفوظ رکھتے ہوئے یہ عرض کرنا چاہیں گے کہ راجہ صاحب کے خط کے بعض حصے وضاحت طلب ہیں۔ جن معاصرین نے ان کے خط کا خیر مقدم کیا ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے بعض حصوں کا بغور مطالعہ نہیں کیا۔ راجہ ظفر الحق صاحب کی یہ تردید کہ تحفظ ناموس رسالت کے قانون میں یا طریقہ کار میں کوئی تبدیلی نہیں لائی جارہی۔ بلاشبہ قابل تحسین ہے۔ لیکن طرفہ تماشہ یہ کہ ایک حکومتی نمائندہ تردید کر رہا ہے۔ دوسرا نمائندہ توہین رسالت کے قانون کے طریقہ کار میں تبدیلی کا اعلان کر رہا ہے۔ پارلیمانی سیکرٹری اطلاعات و نشریات میاں انوار الحق رامے نے امریکہ کا دورہ ختم کر کے لندن میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ مذہبی امور کے وزیر راجہ ظفر الحق نے اس سلسلہ میں ایک سمری وزیر اعظم کو بھیج دی ہے۔ جس کی منظوری کے بعد توہین رسالت کے قانون میں طریقہ کار کے ضمن میں تبدیلی لائی جائے گی۔

لندن (سٹاف رپورٹر) پاکستان کے پارلیمانی سیکرٹری اطلاعات و نشریات میاں انوار الحق رامے نے کہا ہے کہ پاکستان میں توہین رسالت کے سلسلہ میں آئندہ جو بھی شکایت آئے گی۔ کیس رجسٹرڈ کرنے سے قبل ایک کمیٹی موقع پر جا کر حقائق کا جائزہ لے گی۔ اگر شکایت درست ثابت ہوئی تو کیس رجسٹرڈ کیا جائے گا۔ اس کمیٹی میں ڈپٹی کمشنر' عدلیہ کا نمائندہ' مسلم کرسچین اتحاد کے نمائندے اور بعض مقامی معززین شامل ہوں گے۔ کمیٹی کے قیام کا مقصد توہین رسالت کے قانون کے غلط استعمال اور دشمنی یا عداوت کی بنیاد پر کیسوں کے اندراج کو روکنا ہے۔ یہاں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ وزارت مذہبی امور کے وزیر راجہ محمد ظفر الحق نے اس سلسلہ میں ایک سمری وزیر اعظم کو بھیج دی ہے۔ جس کی منظوری کے بعد یہ سلسلہ شروع ہو جائے گا۔

(روزنامہ جنگ لندن 10 جون 1999ء)

راجہ صاحب کی تردید اور پارلیمانی سیکرٹری کی تصدیق کس پر یقین کیا جائے۔ کیا راجہ صاحب یہ وضاحت کر سکتے ہیں کہ ان کی جانب سے کی گئی تردید حکومتی پالیسی کا حصہ ہے...... یا محض ان کے ذاتی جذبات...... ادھر پارلیمانی سیکرٹری میاں رامے کس کی راگنی الاپ رہے ہیں؟۔

وفاقی وزیر مذہبی امور راجہ ظفر الحق نے اپنے خط میں فیصل آباد سے متعلق علماء اور مسیحی راہنماؤں کے مشترکہ وفد کا ذکر بھی کیا ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ راجہ صاحب کو وفد کی جانب سے غیر مسلم اقلیتوں کو مقامی آبادی کے ساتھ مصالحت کے ذریعہ اپنے تنازعات حل کرنے کی تجویز خاصی پسند آئی ہے۔ چنانچہ راجہ ظفر الحق نے اس تجویز کو سامنے رکھتے ہوئے ملک بھر میں ضلع کی سطح پر مسلمان علماء اور وہاں کے غیر مسلم راہنماؤں کی مشترکہ کمیٹیاں بنانے کی تجویز سے بھی اتفاق کیا ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا محترم راجہ صاحب فیصل آباد سے آنے والے علماء کا حدود اربعہ بھی جاننے کی کوشش کرتے۔ جن کا روزگار ایسی کمیٹیوں سے وابستہ ہے۔ غیر مسلم اقلیتوں کے مسلمانوں کے ساتھ کیسے تنازعات ہیں؟۔ گو پیشہ ور مولوی اور نام نہاد مسیحی راہنما مصالحاتی کمیٹیوں کے ذریعہ تنازعات طے کرنا چاہتے ہیں۔ راجہ محمد ظفر الحق نے اپنے خط میں اس کی وضاحت نہیں کی کہ کس نوعیت کے تنازعات کمیٹیوں کے سپرد ہوں گے۔ آیا یہ تنازعات زمین' جائداد یا لین دین سے متعلق ہوں گے۔ یا ان میں مذہبی نوعیت کے تنازعات بھی شامل ہوں گے۔ مسیحیوں کی طرح قادیانی بھی غیر مسلم اقلیت ہیں۔ مسلمانوں اور قادیانیوں کے مابین بھی تنازعات ہیں۔ قادیانی خود کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں۔ اور مسلمان کہلوانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے اپنے آپ کو غیر مسلم اقلیت ہی تسلیم نہیں کیا۔ قادیانی جماعت کے راہنماؤں کے بیانات اعلانات اور اشتہارات آئین و قانون سے بغاوت کا منہ بولتا ثبوت ہوتے ہیں۔ قادیانی اس آرڈیننس کی دھجیاں بکھیر رہے ہیں جو محترم راجہ صاحب کی ذاتی کاوشوں سے بنایا گیا تھا۔ اب راجہ صاحب ہی بتائیں کہ آئین و قانون سے متعلق تنازعات کو بھی کیا مسلمان قادیانیوں کے ساتھ مل بیٹھ کر ایسی وضع کردہ کمیٹیوں میں حل کریں؟۔ یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے مابین کون سے ایسے تنازعات ہیں جن کے لئے مصالحاتی کمیٹیوں کا اہتمام کیا جانا ضروری ہے۔ گذشتہ چند برسوں میں مسیحیوں کی جانب سے توہین رسالت کے بعض واقعات بلاشبہ کشیدگی کا باعث بنے ہیں۔ دفعہ 295 C کے خاتمہ کا مطالبہ اور مسیحی اقلیت کے احتجاجی مظاہرے بذات خود نزاع اور کشیدگی کا باعث ہیں۔ اگر توہین رسالت کے افسوسناک واقعات کو بھی مصالحت کے ذریعہ حل کرنا ہے تو پھر تحفظ ناموس رسالت کے قانون کی ضرورت ہی کیا باقی رہ جاتی ہے؟۔ ہم پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ ایسی نام نہاد مصالحتی کمیٹیاں رائے عامہ کے احتساب اور عتاب سے نہ بچ سکیں گی۔

وفاقی وزیر مذہبی امور راجہ ظفر الحق کی جانب سے تحفظ ناموس رسالت کے قانون کے طریقہ کار کو نہ بدلنے کی تردید اس لحاظ سے درست ہے کہ طریقہ کار تو دو سال سے بدلا جا چکا ہے۔ اب اس میں کیا تبدیلی لائی جائے گی۔ ملک بھر کے تمام ڈپٹی کمشنروں کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ توہین رسالت کے واقعہ کی ایف آئی آر کے اندراج سے قبل مکمل چھان پھٹک اور تفتیش کریں۔ حکومت باضابطہ ایسی کمیٹیوں کا قیام چاہتی ہے جن کی تفتیش اور تحقیقات کے بعد ایف آئی آر درج کی جائے گی۔ اس کمیٹی میں ضلعی سربراہ' عدلیہ کا نمائندہ' مسلم علماء' کرسچین راہنما اور بعض معززین بھی شامل ہوں گے۔ اس کمیٹی کو یہ اختیار بھی سونپا جا رہا ہے۔ اگر مدعی وقوعہ ثابت کرنے میں ناکام ہو تو اس کے خلاف تعزیری کارروائی عمل میں لائی جائے۔ ہمارے نزدیک تحفظ ناموس رسالت کے قانون کے طریقہ کار میں ایسی تبدیلی قانون کو غیر موثر بنانے کی طرف پہلا قدم ہے۔ طریقہ کار میں تبدیلی توہین رسالت کے قانون میں ترمیم سے زیادہ خطرناک ہے۔ ایسی کمیٹیوں کی تشکیل کے ذریعہ حکومت جو ضابطہ لانا چاہتی ہے اس طریقہ کار سے وہی مقاصد حاصل ہوں گے جو قانون میں ترمیم کرنے سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ ہمیں بھولنا نہیں چاہئے کہ تحفظ ناموس رسالت کا قانون "شرعی قانون" ہے۔ جس کی سزا موت ہے۔ شرعی قانون کسی خصوصی کمیٹی یا نئے نرالے طریقہ کار کا محتاج نہیں ہوا کرتا۔ اگر اس قانون میں ترمیم کی گئی...... یا اس کے طریقہ کار کو بدلا گیا...... تو پھر اس قانون کی شرعی حیثیت ہی ختم ہو جائے گی۔

حکومت میاں نواز شریف کی ہو یا بے نظیر کی۔ دونوں حکومتیں تحفظ ناموس رسالت قانون کو ختم کرنے اور اسے غیر موثر بنانے کے ضمن میں امریکی دباؤ کا شکار رہی ہیں۔ امریکی حکومت اس قانون کا خاتمہ چاہنے کے علاوہ بالخصوص مسیحی اقلیت کے لئے مراعات میں تجاوز کی طلب گار بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سینٹ میں اقلیتوں کو نمائندگی دینے کے لئے آئین میں ترمیم کرنے پر غور و خوض کیا جا رہا ہے۔ پاکستانی قوم کا دینی مذہبی جذبہ اور سرکار دوعالم ﷺ کی ذات اقدس سے والہانہ عقیدت امریکی خوشنودی کے حصول میں رکاوٹ نہ ہوتی۔ تو کوئی سی حکومت بھی اس قانون کا خاتمہ کرنے سے گریز نہ کرتی۔ ماضی قریب میں پیپلز پارٹی کے دور حکومت میں تحفظ ناموس رسالت کے قانون کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی۔ رائے عامہ کے شدید رد عمل پر حکومت کو اس قانون میں ترمیم نہ کرنے کا اعلان کرنا پڑا۔ ورنہ سابق وزیر قانون اقبال حیدر نے واضح طور پر توہین رسالت کے قانون C 295 میں ترمیم کرنے کا اعلان کر دیا تھا۔

مسلمانوں کی طرف سے احتجاجی مظاہروں اور ملک گیر ہڑتال کے باعث حکومت اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب نہ ہو سکی۔ بعد ازاں حکومت نے حکومتی و غیر حکومتی ارکان اسمبلی پر مشتمل ایک خصوصی پارلیمانی کمیٹی تشکیل دی تھی۔ جس نے تحفظ ناموس رسالت کے قانون کے غلط استعمال کی روک تھام میں سفارشات مرتب کرنا تھیں۔ پیپلزپارٹی اور مسلم لیگ دونوں حکومتوں کا اس قانون کے بارے میں اب تک یکساں طرز عمل رہا ہے۔ مسیحی اقلیت کے راہنماؤں‘ حقوق انسانی کی تنظیموں کی جانب سے احتجاجی بیانات‘ مظاہروں سے متاثر ہو کر حکومت توہین رسالت کے قانون کے غلط استعمال کی روک تھام کے ضمن میں ترمیم اور طریقہ کار کی تبدیلی کا اعلان کرتی ہے۔ لیکن دوسری جانب اکثریت کے جذبات کے پیش نظر اور عوامی رد عمل کو دیکھتے ہوئے حکومت ایسا کرنے کا حوصلہ نہیں کرپاتی۔ چنانچہ کچھ مدت سے حکومت کے نمائندوں نے ڈپلومیٹک پالیسی اختیار کر رکھی ہے۔ وہ اقلیت میں جاتے ہیں تو ان کے جذبات اور اکثرت کے روبرو ہوتے ہیں تو ان کی زبان میں ترجمانی کرتے ہیں۔

ریلوے میں مرزائیت نوازی

رانا بشارت قادیانی کی شیطنت

رانا بشارت قادیانی بہاول نگر ریلوے اسٹیشن کا اسٹیشن ماسٹر ہے۔ بدترین متعصب قادیانی ہے۔ بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت کا نفس ناطقہ اور ترجمان ہے۔ دن رات قادیانیت کی تبلیغ اس کا مشغلہ ہے۔ اپنے سرکاری منصب سے ناجائز فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کو تنگ کرنا اس کی گھٹی میں شامل ہے۔ کئی بار مسلمانوں کی شکایت پر اس کے تبادلے کے احکامات جاری ہوئے۔ مگر عمل درآمد نہیں ہوا۔ ریلوے میں کوئی ایسا شیطان قادیانی آفیسر بیٹھا ہے جو اس بدمعاش کی سرپرستی کر رہا ہے۔ ہمیں تلخی اور گرم نوائی پر معاف رکھا جائے۔ لیکن آخر اس کا بھی کوئی جواز ہے۔ کہ مسلمانوں کی ایک جائز شکایت کو اعتنا کے قابل کیوں نہیں سمجھا جارہا؟۔ سیف الرحمٰن قیصرانی قادیانی نامی ریلوے کا آفیسر اسلام آباد میں متعین ہے۔ اس کے اس بشارت سے روحانی و جسمانی روابط ہیں۔ یہ سیف الرحمٰن وہی ہے جیسے خانیوال کے حادثہ میں معطل کیا گیا تھا۔ آج پھر اس کو مسلمانوں کے جذبات کا خون کرنے کا انچارج بنادیا گیا ہے۔ کیا وفاقی وزیر ریلوے و چیئرمین ریلوے کمیٹی جناب محترم جاوید ابراہیم پراچہ ہماری اس مشکل کو دور کرانے میں توجہ فرمائیں گے۔ کہ بارہا آپ کی توجہات کے باوجود اس مجسمہ فساد بشارت کا ابھی تک تبادلہ نہیں ہوا۔ آخر کیوں؟۔

مقصد بعثت خاتم الانبیاء ﷺ

قاری عطاء المنعم

تمام محامد و محاسن کی جامع ہستی مالک ارض و سما ہے۔ جس نے بھولی بھٹکی انسانیت کے لئے اپنا برگزیدہ نبی اس امت کو دے کر احسان عظیم اور انعام عمیم فرمایا۔ ان گنت درود و سلام اس محبوب اعظم رسول انور ﷺ کی ذات گرامی قدر پر۔ جس نے مکہ مکرمہ کی گلی کوچوں میں' طائف کے بازاروں میں' احد کے پہاڑوں میں' بدر کے میدانوں میں' حنین کے گھمسان میں' رات کے سناٹوں میں' دن کے اجالوں میں' پتھروں کی برسات میں' اس امت کو دین حق کی دعوت دی۔ صراط مستقیم دکھایا۔ اور زندگی گذارنے کے لئے سنہری اسوہ پیش کیا۔ یقیناً یہ رب کائنات کا کامیاب نبی ﷺ ہے۔ جس نے قلیل عرصہ میں اتنی عظیم وکثیر جماعت تشکیل دی۔

تاجدار ختم الرسل ﷺ کی بعثت کا مقصد اصلی یہ تھا کہ دست تراشیدہ مورتیوں کے سامنے جبین نیاز کا تقدس لٹانیوالی پیشانیوں کو اٹھا کر ان کے الہٰ حقیقی کے سامنے جھکایا جائے۔ تاکہ عالم انسانیت داخل نار ہونے سے بچکر مستحق جنت بن جائے۔

اس مقصد میں سرور کونین ﷺ اعلیٰ درجہ کی کامرانی کے ساتھ ہم کنار ہو کر رخصت جہاں ہوئے۔ چنانچہ محل وقوع کے لحاظ سے جنوبی ایشیاء کا ایک خطہ ملک عرب ہے جو بارہ لاکھ مربع میل زمین کے جغرافیہ پر مشتمل ہے۔ اس کے مغرب میں بحرہ قلزم' مشرق میں خلیج فارس اور بحرہ عمان ہیں۔ جنوب میں بحرہ ہند اور شمال میں ملک شام ہے۔ اس سے تقریباً ساٹھ لاکھ میل دور کے فاصلہ پر مکہ معظمہ کا مقدس شہر آباد ہے۔ جو پورے کرۂ ارض کے وسط میں واقع ہے۔

وہاں محسن انسانیت خاتم الانبیاء ﷺ جلوہ گر ہوئے۔ اور مکہ معظمہ کی گھاٹیوں سے توحید اسلام کی صدا بلند ہوئی اور دنیائے جہاں کے ہمہ اطراف و جوانب گونجنے لگی۔ ذات رسالت مآب ﷺ نے عہد نبوت کے ۲۳ سال میں سے دس سال مدنی دور کے قلیل عرصہ میں سرزمین عرب کے نو لاکھ مربع میل زمین پر انسانوں کے دلوں اور روحوں کو فتح کر کے اعلائے کلمۃ اللہ کی آبیاری سے چمنستان اسلام کو رونق

افزوں کیا۔

ضروریات زندگی کی کمیابی اور اوقات کی فراغت نے ہر عرب کو شاعر' شجاع اور عاشق بنا رکھا تھا۔ مشاغل کی کمی کی وجہ سے ان وسیع فرصتوں کو گذارنے کا طریقہ اور ہو بھی کیا سکتا تھا۔ شاعر مضامین کے دربار سے موتی نکال کر وقت گذارتا۔ بہادر خون کی ہولی کھیلنے میں عمر کھوتا اور عاشق اہوائے صحرا کے خیال میں صبح وشام کر دیتا۔ دنیا بداعمالیوں سے ظلمت کدہ بنی ہوئی تھی۔ کفر کی سیاہ گھٹائیں ہر جانب تلی کھڑی تھیں۔ عصیاں کی بجلیاں آسمان پر کوندتی تھیں۔ راہ راست سے بھٹکی ہوئی قوم آس اور یاس کی حالت میں ادھر ادھر دیکھ رہی تھی کہ کہیں روشنی کی کرن پھوٹے اور سلامتی کی راہ مل جائے۔ اور دعا کرتی تھی کہ الٰہی اپنے فضل وکرم سے اس نور کا ظہور کر جو ظلمت کدہ دہر کو منور کر دے اور بے بصر کو طاقت دید بخشے۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت بدھ مت کے فرقوں میں سے دام مارگی' سمبر بھاگ' داشنان مکتی' شاکت' آوک' رام ایاسک وغیرہ ہندوستان پر چھائے ہوئے تھے۔ اس وقت ہندوستان میں بسنے والی آبادی ہندو مذہب کی پیروکار تھی۔ پھر ادھر ایران میں ایک سلطنت قائم ہوئی۔ جس کے ارباب اقتدار سفاک غدار نے شوریدگی اور آوارگی کی راہیں کھول دیں۔ فواحش ومنکرات' طغیان وعصیاں کا طوفان امنڈنے لگا۔ مائیں اپنے بیٹوں کے عشق کا نشانہ بن گئیں۔ شہزادیاں عصمت دری کے جھگڑوں میں پھنس گئیں۔ گویا پوری سلطنت ظلم ومعصیت کے جنجالوں میں محصور ہو گئی۔ پھر جاہلیت وضلالت نے اپنا کرشمہ دکھایا۔ اور لوگ باطل نظریات' فاسد اعتقادات کی لپیٹ میں آ گئے۔ غرضیکہ عالم انسانیت تہذیب کی روشنی گل کر چکی تھی۔ اس طرح پوری انسانیت شب دیجور کی تاریکیوں میں مستغرق تھی۔ ایسے حالات میں ظلمت شب نور سحر کی منتظر تھی۔ ایسے حالات میں ضرورت تھی کہ کوئی دائمی عداوتوں کو الفتوں اور اضطراب کو ایقان میں بدل دے۔ جہالت کو علمیت کا لبادہ اوڑھا دے' فسق وفجور کو آئینہ اسلام کی اصلی روح سے معمور کر دے۔ اختلاف وانشقاق کو اتحاد واتفاق کی دولت سے مالا مال کر دے۔ آخر کار وہ نبی آیا جس نے شب ضلالت کو صبح درخشاں میں تبدیل کر دیا۔ جس نے خاتمیت کے تقدس کو اجاگر کر دیا۔ جو صاحب ذوالفقار بھی تھا اور میدان حرب کا شہسوار بھی۔ جو نبی السیف بھی تھا اور نبی الملاحم بھی۔ جو نمونہ صدق وصفا بھی تھا اور جامع کمالات کا مالک بھی۔ ان نادرہ صفات سے متصف شمس الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات طیبہ ہی ہے۔ جو ایسا نورانی دین ساتھ لائے' جو فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہوا اور کل عالم آفاق کو

محیط ہوا۔ جس کی مشعلیں آج دنیا کے ہر خطہ میں فروزاں ہیں۔ اس حبیب کبریا ﷺ کے منفرد، معیاری عالی و مثالی کردار پر قرآن شاہد عدل ہے' تورات و انجیل اور دیگر کتب سماویہ نے اس سراج منیر کے نغمے اور ترانے گائے۔ جس کی صداقت اور عظمت کی گواہی شجر و حجر دے چکے ہیں۔ جس کی تکذیب کرنے والے آخر تصدیق پر مجبور ہو گئے۔ جس کو سب و شتم کرنے والے رطب اللسان رہے۔ جس نے مہد سے لحد تک انسانیت کی راہنمائی کی۔ جب اس کی سطوت کا پر تو پڑا تو بتوں کے عزائم خاک میں مل گئے۔

اسی عظیم نبی ﷺ نے قیصر و کسریٰ کے طلسم توڑ دیئے۔ خسرو اور ہرقل کی سلطنتیں لرزہ بر اندام کر دیں۔ دنیائے عالم کو ایک جامع اور ہمہ گیر نظام بخشا۔ نوع انسانیت کو حیوانیت اور شیطانیت کی دہلیز سے اٹھا کر خالق حقیقی کے در پہ جھکا دیا۔ انسان کو کفر و شرک کے اندھیروں سے نکال کر مصابیح توحید کے سامنے بٹھا دیا۔ امن و راستی کا درس دیا۔ معمار سیاست کے گر سکھائے۔ میدان کارزار میں اترنے' جرات و شجاعت کی جولانیاں دکھانے اور استقلال و استقامت کے ساتھ نصب العین پر مر مٹنے کا سبق سکھایا۔ دروغ گوئی عداوت و شقاوت کی لعنتوں سے مامون کر کے راست بازی صلح و آشتی کے زریں اصول بطور توشہ حیات عالم کو دیئے۔

رحمت دو عالم ﷺ نے خدائے بزرگ و برتر کے تمام احکام جہاں والوں کے سامنے بانداز حسن و خوبی بیان کر کے انقلاب کی راہیں ہموار کر دیں۔ ملکوں کی دوری' اقوام کی بیگانگی' رنگوں کا تغایر' اور زبانوں کا تباین دور کر کے باہمی توافق و تطابق کی فضا پیدا کر دی۔ سب کے دماغوں میں ایک ہی تصور' سب کی زبانوں پر ایک ہی کلمہ جاری کر دیا۔ جس نے نسل واحد کے افراد ہی کو خدا کی برگزیدہ قوم قرار نہیں دیا۔ جو یہودیوں' عیسائیوں' برہموں کی طرح اپنے سوا باقی سب پر رحمت و افضال کے بھرپور خزانے بند نہیں کرتا۔ کیونکہ اس کی صفت ہی رحمۃ اللعالمین ہے۔ اس لئے ہی تو سر تاج جہاں کے فیوض و علوم سے مادیات و ذہنیات' تصورات و تصدیقات' کو شادابی و درستی اور صحت و صداقت ملی ہے۔ اور آقائے کائنات ﷺ نے اہل عالم بلحہ عالم در عالم کی بہبود و سود رفاہ و فلاح' عروج و ارتقا' صفا و بہا کے لئے بلا شائبہ غرض اور بلا آمیزش طمع اپنی مقدس زندگی کو صرف کیا۔

محسن انسانیت کی حیات مبارکہ کا ہر پہلو روشن تابناک اور عظیم المرتبت حیثیات کا حامل ہے۔ جس پہلو پر نظر دوڑائی جائے آپ یکتا کاملین میں اکمل نمونہ کے آئینہ دار نظر آئیں گے۔ آپ کی تعلیمات

بقیہ صفحہ 56 پر

جماعت احمدیہ کی تعداد اور پچاس لاکھ بیعتیں

حقائق کیا ہیں...... واقعاتی تجزیہ!

پروفیسر منور احمد ملک (سابق قادیانی)

پروفیسر منور احمد ملک گجر خان گورنمنٹ کالج کے سینئر پروفیسر اور پاکستان کے نامور سائنس دان ہیں۔ پیدائشی طور پر قادیانی تھے۔ قدرت نے توفیق بخشی' قادیانی کرتوتوں کو دیکھ کر اسلام قبول کر لیا۔ ذیل کے مضمون میں انہوں نے قادیانیوں کی تعداد کے بارہ میں ایک تجزیاتی رپورٹ مرتب فرمائی ہے۔ جو قادیانی جماعت کے خوردو کلاں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔ مضمون میں انہوں نے قادیانیوں کو احمدی لکھا ہے۔ ان کی خواہش کے احترام میں ہم نے جوں کا توں رہنے دیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ شاید ایسا لکھنے سے اسے ہر قادیانی پڑھے گا۔ خدا کرے ایسے ہو۔ اور یہ مضمون ان کے لئے ہدایت کا باعث بن جائے۔ مرزا طاہر کا فراڈ قادیانیوں پر ظاہر ہو۔ اعداد و شمار کے مسئلہ میں ہر قادیانی باون گز کا ہے۔ اس لئے کہ پانچ کو پچاس اور پچاس کو پانچ' قرار دینا ان کے متبنی کی "سنت مؤکدہ" ہے۔ قارئین سے استدعا ہے کہ اسے پڑھیں اور ہر ملنے والے قادیانی کو پڑھائیں۔

فقیر اللہ وسایا

۱۹ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ

جماعت احمدیہ کی تعداد کے بارے میں اکثر علماء کرام ایسے اعداد و شمار پیش کرتے ہیں۔ جسے احمدی فوراً رد کر دیتے ہیں۔ علماء کرام کے بیان کے مطابق پاکستان میں احمدیوں کی تعداد ایک لاکھ کے قریب ہے۔ علماء اس تعداد کو بیان کر کے حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ پاکستان کی ۱۳ کروڑ آبادی میں احمدیوں کی جو نسبت بنتی ہے۔ اس کے مطابق ان کو شہری حقوق دیئے جائیں۔ مثلاً ملازمتوں میں ان کو ان کی تعداد کے مطابق سیٹیں دی جائیں۔ علماء کی بیان کردہ تعداد کے مطابق ۱۳ کروڑ یا ۱۳۰۰ لاکھ کے مقابل پر ایک لاکھ تعداد بنتی ہے۔ جس کی نسبت ۱۳۰۰ پر ایک ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر تیرہ سو سیٹیں ہوں تو ایک سیٹ احمدیوں کو ملے گی۔ علماء اس بات پر شاکی ہیں کہ احمدیوں کو ان کے حق سے بہت

زیادہ دیا جاتا ہے۔ اسی نسبت کو سامنے رکھتے ہوئے قومی اسمبلی کی سیٹوں کی تعداد میں سے (جو کہ ۲۶۰ ہے) احمدیوں کے لئے ایک سیٹ کا چوتھائی حصہ بھی نہیں بنتا۔ جب کہ احمدیوں کو ایک سیٹ ملی ہوئی ہے۔ اسی طرح تمام صوبوں کی صوبائی اسمبلیوں کے اراکین کی کل تعداد ۴۶۰ بنتی ہے۔ جس میں سے احمدیوں کی آدھی سیٹ بھی نہیں بنتی۔ جبکہ احمدیوں کو ۴ سیٹیں ملی ہوئی ہیں۔

دوسری طرف جماعت اپنی تعداد پاکستان میں ۴۵ لاکھ بتاتی ہے۔ یہ وہ تعداد ہے جو آج سے ۲۵ سال پہلے بتائی جاتی تھی۔ (جب ۱۹۷۴ء میں احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا۔) جماعت احمدیہ نے آج تک باضابطہ اپنی تعداد کا اعلان نہیں کیا۔ مذکورہ بالا تعداد جماعت کے مربی (مولوی) امیر جماعت ودیگر سرکردہ افراد "بے ضابطہ" طور پر جماعت کے افراد کے حوصلے قائم رکھنے کے لئے بتاتے ہیں۔ جماعت کے افراد کے نزدیک مربی امیر جماعت یا جماعت احمدیہ جھوٹ نہیں بول سکتے۔ ان کے ایمان کے مطابق دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے یہ جھوٹ نہیں بول سکتے۔ لہذا وہ اس تعداد پر یقین رکھتے ہیں۔ خاکسار نے اس جماعت میں ۴۰ سال گزارے ہیں۔ اپنا بچپن اور جوانی کا سنہری دور اس جماعت میں گزارا ہے۔ اپنی تمام توانائیاں اس جماعت کی بہتری کے لئے وقف کئے رکھیں۔ اور ایک جنونی احمدی کے طور پر ہر کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ پنجاب یونیورسٹی میں ایم ایس سی کے دوران احمدی طلباء کا قائد (زعیم) رہا۔ چکوال میں سروس کے دوران نگران کے طور پر رہا۔ اور جہلم میں نائب امیر جماعت احمدیہ ضلع جہلم کے عہدے پر بھی رہا۔ مگر جب جماعت احمدیہ میں جھوٹ کی فراوانی' اسلامی اقدار کا فقدان' انصاف وعدل سے خالی' ظلم وبربریت کا دور دورا دیکھا۔ تو ۱۵ جنوری ۱۹۹۹ء بمطابق ۲۶ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ جمعۃ الوداع کے دن اپنے خاندان کے ۱۲ افراد کے ساتھ احمدیت سے توبہ کر کے اسلام قبول کر لیا۔ (اب یہ تعداد ۱۹ ہو چکی ہے۔)

اس لئے خاکسار کی بیان کردہ باتیں اور اعداد و شمار' ذاتی مشاہدے اور جماعتی عہدوں پر فائز رہنے کی وجہ سے ذاتی علم کی بنیاد پر ہیں۔ جماعت احمدیہ کے ذمہ دار افراد جو تعداد اپنی بتاتے ہیں وہ ابھی تک ۴۵ لاکھ کے قریب ہے۔ گویا ۲۵ سال پہلے جو تعداد تھی اب بھی وہی ہے۔ البتہ چند غیر ذمہ دار ۵۰ سے ۶۰ لاکھ کے قریب بتا دیتے ہیں۔ اگر ہم اس تعداد کو ۵۰ لاکھ فرض کر لیں تو اس پر ایک جائزہ لیا جا سکتا ہے۔ ۵۰ لاکھ کی تعداد کے حساب سے پاکستان میں ان کی تعداد کے حوالے سے نسبت ۲۶ : ۱ کی بنتی

ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر ۲۶ افراد پر ایک احمدی ہوگا۔ یہ نسبت پاکستان کے کسی بھی ضلع میں موجود نہیں۔ ۲۶ : ا کی نسبت تقریباً ۴ فیصد بنتی ہے۔

تعلیمی میدان

ایک عام تاثر یہ ہے کہ احمدی لوگ تعلیمی میدان میں بہت آگے ہیں۔ یہ درست ہے کہ جماعت بچوں کی تعلیم کے بارے میں بہت زور دیتی ہے۔ ایک عرصہ تک بورڈ' یونیورسٹی سے پوزیشن لینے والوں کو انعام دیئے جاتے رہے ہیں۔ یوں کہا جاسکتا ہے کہ احمدی بچوں کی کم از کم ۸۰ فیصد تعداد تعلیم حاصل کرتی ہے۔ جبکہ چناب نگر (ربوہ) کی خواندگی کی شرح ۹۵ فیصد بتائی جاتی ہے۔اس بنیاد پر اگر ہم جائزہ لیں تو چناب نگر (ربوہ) کے تعلیمی اداروں کے علاوہ پاکستان میں کسی بھی تعلیمی ادارے میں ۴ فیصد احمدی طلباء نہیں ہیں۔ حالانکہ پاکستان کی خواندگی کی شرح ۳۰ فیصد کے قریب ہے۔ اس طرح تو ہر تعلیمی ادارے میں احمدیوں کی تعداد ۸ فیصد سے بھی زیادہ ہونی چاہئیے۔

پنجاب یونیورسٹی کی ۱۰ ہزار کی تعداد میں چار فیصد کے حساب سے ۴۰۰ احمدی طلباء ہونے چاہئیے تھے۔ مگر وہاں پر تعداد ۴۵ تھی۔ جس میں سے ۱۰ مقامی اور ۳۵ پورے پاکستان میں سے تھے۔ (یہ جائزہ ۱۹۸۲ء کا ہے) چکوال کالج کی ۱۵۰۰ تعداد میں سے ۶۰ طلباء احمدی ہونے چاہئے تھے مگر ۱۹۸۶ء میں ایک بھی نہیں تھا۔ جبکہ ۱۹۸۸ء میں زیادہ سے زیادہ تین تھے۔ گورنمنٹ ڈگری کالج ٹاہلیانوالہ جہلم میں ایک ہزار کی تعداد میں ۴۰ احمدی طلباء ہونے چاہئیے تھے۔ مگر ۱۹۸۹ء تا ۱۹۹۵ء ۲ سے تعداد نہیں بڑھی۔ گورنمنٹ کالج گوجر خاں میں ۱۹۹۵ تا ۱۹۹۹ء ایک ہزار کی تعداد پر ۴۰ احمدی طلباء ہونے چاہئیے تھے۔ جبکہ زیادہ سے زیادہ تعداد ۲ رہی ہے۔ اب وہ بھی نہیں ہے۔ (یہ سب ذاتی مشاہدے کے مطابق ہے۔)

پورے پاکستان کے ایم ایس سی فزکس اور پی ایچ ڈی فزکس کے افراد پر مشتمل ایک PIP (پاکستان انسٹیٹیوٹ آف فزکس) سوسائٹی بنی ہوئی ہے۔ جس کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے۔ اس میں احمدیوں کی تعداد کم از کم ۴۰ ہونی چاہئیے تھی۔ مگر اس میں کل تعداد ۴ تھی۔ جس میں سے ڈاکٹر عبدالسلام صاحب فوت ہو چکے ہیں۔ اور خاکسار جماعت چھوڑ چکا ہے۔ اب یہ تعداد ۲ رہ گئی ہے۔

پنجاب لیکچررز اینڈ پروفیسر ایسوسی ایشن کے ممبران کی کل تعداد ۱۴ ہزار سے زائد ہے۔ اس میں ۵۶۰ احمدی پروفیسر ہونے چاہئیے تھے۔ جبکہ ان کی تعداد ۲۵ سے بھی کم ہے۔

جماعت احمدیہ جو کہ تعلیمی میدان میں بہت آگے ہے۔اس میدان میں یہ حالت ہے کہ کسی بھی لیول پر اس کی آبادی والی نسبت موجود نہیں۔اس جائزے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ تعلیمی میدان میں بھی ان کی شمولیت ۵.۰ فیصد سے بھی کم ہے۔اس کی بنیاد پر اگر تعداد کا اندازہ لگایا جائے تو چھ لاکھ سے کم بنتی ہے۔

مالی میدان

جماعت احمدیہ میں چندوں کی بھر مار ہے۔ایک احمدی پر اس کی ماہوار آمد کا چھ فیصد چندہ عام لاگو ہے۔اس کی ادائیگی لازمی ہے۔عدم ادائیگی پر وہ چندہ اس آدمی کے کھاتے میں بطور بقایا نام ہو جاتا ہے۔اگر ایک احمدی چندہ دینے سے انکار کردے تو وہ احمدی رہ نہیں سکتا۔حالانکہ چندہ ایک اختیاری مد ہے۔جس کی شرح مخصوص نہیں ہوتی۔آدمی حسب توفیق ادا کرسکتا ہے۔جبکہ ٹیکس کی شرح مخصوص ہوتی ہے اور اس کی ادائیگی لازمی ہوتی ہے۔عدم ادائیگی پر بقایا نام رہ جائے گا ختم نہیں ہوگا۔

چندہ عام کے ساتھ چندہ جلسہ سالانہ‘ چندہ تحریک جدید‘ چندہ وقف جدید‘ چندہ صد سالہ جوبلی (یہ اب ختم ہو چکا ہے۔) چندہ خدام الاحمدیہ (چندہ مجلس) یہ نوجوانوں پر لاگو ہے۔چندہ تعمیر ہال (یہ ہال ۱۹۷۳ء کے قریب تعمیر ہوا تھا مگر چندے کی وصولی ابھی جاری ہے) چندہ بوسنیا‘ افریقہ‘ چندہ ڈش انٹینا (احمدی ٹی وی نیٹ ورک کا) چندہ لجنہ اماء اللہ (یہ خواتین پر لاگو ہے) چندہ اطفال (یہ بچوں پر لاگو ہے) چندہ انصار (یہ ۴۰ سال سے زائد عمر کے لوگوں پر لاگو ہے) وغیرہ۔خلاصہ کلام یہ کہ ایک احمدی کو اپنی آمد کا کم از کم ۱۰ فیصد ماہوار چندہ دینا پڑتا ہے۔چندوں کی وصولی کا رضاکارانہ نظام موجود ہے۔جس میں وصولی کرنے والے کا کوئی کمیشن نہیں۔جماعت کا یہ مالی نظام شاید ہی کہیں اور ہو۔سال میں دو تین بار مختلف چندوں کے مختلف انسپکٹرز مرکز سے آکر حساب وغیرہ چیک کرتے ہیں۔اور کل وصول شدہ رقم مرکز (چناب نگر) میں پہنچانا یقینی بناتے ہیں۔اس مالی نظام کی بناء پر جماعت احمدیہ پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ بڑی منظم جماعت ہے۔حالانکہ اس کا کوئی نظام نہیں۔قواعد وضوابط‘ اصول وغیرہ نہیں ہیں۔صرف چندہ اکٹھا کرنے کا نظام ہے۔اگر اس منظم طریقہ سے چندہ وصول نہ ہوتا تو آج مرزا صاحب کے خاندان کے ہر شہزادے کے نام کئی کئی مربعے نہ ہوتے۔اور نہ ہی عیش وعشرت کی زندگی گزار رہے ہوتے۔یہ سب اسی مالی نظام کی ''برکات'' ہیں۔خیر اس پر بعد میں کسی اور موقعہ پر بات کی جائے گی۔جب احمدی جذبات میں آکر ان ''برکات''

سے انکار کریں گے ؟۔

چندہ تحریک جدید میں ہر مرد اور عورت 'جوان 'بوڑھا اور بچہ شامل کیا جاتا ہے۔ جماعت اس بات پر پورا زور لگاتی ہے کہ ہر ذی روح تحریک جدید میں شامل ہو۔ بلکہ کچھ بے روح بھی اس میں شامل ہیں۔ یعنی فوت شدہ افراد کے نام کا چندہ ان کے لواحقین سے لیا جاتا ہے۔ اب اگر کسی بستی سے تحریک جدید میں شامل ۲۰۰ افراد ہوں۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہاں کی آبادی زیادہ سے زیادہ ۲۰۰ افراد پر مشتمل ہے۔ حالانکہ اس میں فوت شدہ افراد بھی شامل ہیں۔

اب اس دلیل کے بعد یہ بتانا چاہوں گا کہ پورے پاکستان میں تحریک جدید کے کل ممبران ایک لاکھ سے کم ہیں۔ ممکن ہے اب دو چار ہزار زائد ہو چکے ہوں۔ اور جماعت فوراً اپنی جماعت میں یہ اعلان کردے گی کہ ایک لاکھ والی بات بالکل غلط ہے۔ اور جماعت کے افراد یہ سمجھنے لگیں گے کہ شاید ۱۵۔ ۲۰ لاکھ ممبران ہوں گے۔ حالانکہ ایک لاکھ سے دو چار ہزار زیادہ تو ہو سکتے ہیں مگر ۲ لاکھ سے کسی بھی طرح زیادہ نہیں ہو سکتے۔ تحریک جدید کے انسپکٹرز حضرات کی زبانی یہ معلوم ہوا تھا کہ ایک لاکھ کی تعداد پوری کرنی ہے۔ اب اگر علماء کی بیان کردہ تعداد کو لیا جائے تو وہ تحریک جدید کے ممبران کی تعداد کے ساتھ ملتی ہے۔ جبکہ احمدیوں کی بیان کردہ تعداد ۵۰ لاکھ کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوتی۔ یہ تعداد صرف اپنی جماعت کے افراد کے مورال کو قائم رکھنے کے لئے بتائی جاتی ہے۔

اب ۱۹۹۸ء میں مردم شماری ہو چکی ہے۔ اس میں احمدیوں کو ہدایت ملی تھی کہ جو افراد بیرون ملک گئے ہوئے ہیں اور وہاں عرصہ سے مقیم ہیں۔ وہاں شہریت حاصل کر کے وہاں کی جماعتوں میں شامل ہیں۔ ان کے بھی نام پاکستان میں شامل کئے جائیں۔ اس طرح ہزاروں افراد جو بیرون ملک سیٹل ہیں ان کی تعداد بھی یہاں شامل ہے۔ اس کے باوجود ان کی کل تعداد ۲ سے ۳ لاکھ کے درمیان ہو گی۔ مردم شماری کے تفصیلی نتائج سامنے آنے کے بعد حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔ اس کے لئے چند ماہ کے انتظار کی ضرورت ہے۔ یہ واضح رہے کہ جماعت بغیر کسی وجہ کے ان نتائج کو تسلیم نہیں کرے گی۔

راولپنڈی ڈویژن میں احمدیوں کی تعداد

اگر ضلع جہلم کی جماعت کا جائزہ لیں تو اس وقت ضلع جہلم میں ۱۱ / ۱۲ جگہ جماعت موجود ہے۔ سب سے بڑی جماعت محمود آباد جہلم ہے۔ محمود آباد میں ۱۹۲۰ کے قریب ۸۰ فیصد آبادی احمدیوں کی تھی

۱۹۲۴ میں ایک احمدی کے غیر احمدی بھتیجے کا جنازہ احمدیوں نے پڑھنے سے انکار کر دیا۔ جس پر ایک بہت بڑا خاندان جماعت چھوڑ گیا۔ پھر آہستہ آہستہ کوئی نہ کوئی خاندان جماعت چھوڑتا چلا گیا۔ اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ ۱۹۷۴ء سے قبل یہ تعداد ۵۰ فیصد رہ چکی تھی۔ ۱۹۷۴ء کے بعد ۳۵ فیصد کے قریب رہ گئی۔ اب ۳۰ فیصد سے بھی کم آبادی احمدیوں کی ہے۔ گذشتہ پچاس برسوں میں کوئی ایک بھی نیا خاندان احمدی نہیں ہوا۔ بلکہ تسلسل سے جماعت چھوڑی جارہی ہے۔ باوجود اس کے کہ احمدی ‘غیر احمدی مسلمانوں میں رشتہ نہیں دیتے۔ پھر بھی گذشتہ ۲۵ سالوں میں ۳۰ کے قریب احمدی خواتین کے رشتے مسلمانوں سے ہوئے بعد میں وہ خود اور ان سے ہونے والی اولاد احمدی نہیں ہیں۔ پس جو چند ایک مسلمان عورتوں سے احمدی مردوں نے شادیاں کیں وہ خاندان آہستہ آہستہ جماعت چھوڑ گیا۔ جماعت میں ایک ایسا سیٹ اپ بن چکا ہے جو ظالم ترین آمریت کا نظام ہے۔ انشاء اللہ اب یہ خود ہی ختم ہو جائے گی۔ علماء کو اپنی توانائی اس طرف ضائع نہیں کرنی چاہئیے۔ جہلم شہر میں ایک بہت بڑی جماعت ہوا کرتی تھی۔ جس میں سب سے بڑا خاندان سیٹھی برادری کا تھا۔ جو آہستہ آہستہ جماعت چھوڑتا چلا گیا۔ ۱۹۷۴ء میں خاصی تعداد جماعت سے علیحدہ ہو گئی۔ اب زیادہ سے زیادہ ۳۵ گھروں پر مشتمل ایک جماعت ہے۔ جس کی تعداد آہستہ آہستہ کم ہو رہی ہے۔ تیسرے نمبر پر پاکستان چپ بورڈ فیکٹری ہے جو مرزا طاہر احمد صاحب کے بھائی مرزا منیر احمد کی ہے۔ یہ مرزا صاحب کے خاندان کے شہزادوں کا بڑا مسکن ہے۔ مرزا منیر احمد کا بیٹا نصیر احمد طارق ضلع جہلم کا امیر جماعت ہے۔ انشاء اللہ اس کی آمرانہ پالیسیوں کی وجہ سے جماعت علماء کرام کی کوششوں کے بغیر ہی انجام کو پہنچ جائے گی۔ اس فیکٹری میں ۱۵ / ۱۶ احمدی نوجوان ملازم ہیں۔ باقی سب مسلمان ہیں۔ ضلع جہلم کی جماعت کو کنٹرول کرنے والا محرک گروہ یہاں پر موجود ہے۔ اس کے علاوہ کالا گوجراں میں ایک بڑی جماعت ہوا کرتی تھی۔ اب وہ بھی چند افراد پر مشتمل ہے۔ کل ۸ / ۱۰ گھر احمدیوں کے ہوں گے۔ چک جمال میں بھی ایک جماعت ہوا کرتی تھی۔ اب وہاں جماعت ختم ہو چکی ہے۔ البتہ ۲ / ۳ احمدی ملازم کالا ڈپو میں موجود ہیں۔ منگلا میں چند ملازم پیشہ جو دوسرے شہروں سے آئے ہوئے ہیں پر مشتمل ایک جماعت ہے کل ۸ / ۹ گھر ہوں گے۔ دینہ میں مقامی ایک خاندان کے علاوہ چند ملازم پیشہ افراد پر مشتمل ایک چھوٹی سی جماعت ہے جو ۴ / ۵ گھروں پر مشتمل ہو گی۔ روہتاس میں ایک گھرانے پر مشتمل جماعت ہے۔ کوٹلہ فقیر میں ایک بہت بڑی جماعت تھی۔ جو کہ اب ختم ہو چکی ہے۔ جادہ میں ایک

جماعت بھی جواب ختم ہو چکی ہے۔ اور احمدیوں کی عبادت گاہ اب مسلمانوں کے پاس ہے۔ مستیال میں دو گھروں پر مشتمل ایک جماعت جو مستقبل قریب میں ختم ہو جائے گی۔ کوٹ بصیرہ میں احمدی ختم ہو چلے ہیں۔ تحصیل پنڈ داون خاں میں ڈنڈوت میں ۳ / ۴ گھروں پر مشتمل ایک جماعت ہے یہ سارے افراد سیمنٹ فیکٹری میں ملازم ہیں۔ شاید اب وہ بھی نہ ہوں۔ کیونکہ سیمنٹ فیکٹری کے بند ہونے کی خبر سنی گئی ہے۔ کھیوڑہ میں دو تین گھر ہیں وہ بھی ملازم پیشہ جو دوسرے شہروں سے آئے ہیں۔ پنڈ داون خان میں جماعت موجود ہے جو ۱۰ / ۱۵ گھروں پر مشتمل ہو گی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ پورے ضلع میں احمدیوں کی کل تعداد ایک ہزار سے بھی کم ہے۔ تحصیل سوہاوہ بالکل خالی کہیں ایک جماعت بھی نہیں۔ ایک ہزار تعداد کا سن کر احمدی خوش ہوں گے کہ چلو زیادہ ہی بتائی ہے کچھ پردہ رہ گیا ہے۔ ضلع جہلم کی کل آبادی ۱۵ سے ۲۰ لاکھ کے قریب ہو گی۔ اس میں ایک ہزار کی نسبت ۲۰۰۰ : ۱ بنتی ہے۔

۱۹۰۳ء میں مرزا غلام احمد قادیانی جہلم کچہری میں مولوی کرم دین صاحب آف بھیں چکوال کے ساتھ ایک مقدمہ کے سلسلہ میں جہلم آئے۔ جہاں دو تین دن ٹھہرے۔ ان کے قیام و طعام کا سارا انتظام جہلم کی جماعت نے کیا۔ اس وقت جہلم میں کافی جماعت تھی۔ محمود آباد بھی تقریباً سارا احمدی تھا۔ زیادہ تر اخراجات راجہ چنیدے خاں آف دارا پور جہلم نے ادا کئے۔ تین دنوں میں جہلم میں ۱۳۰۰ افراد احمدی ہوئے۔ ذرا غور فرمایئے کہ ۱۹۰۳ء سے قبل خاصی جماعت موجود تھی۔ اور پھر ۱۳۰۰ نئے احمدی بھی ہوئے۔ آج جبکہ اسی بات کو ۹۶ سال ہو چکے ہیں۔ اگر صرف وہی خاندان احمدیت پر قائم رہتے تو چوتھی نسل کے بعد اب ان کی آبادی ایک لاکھ سے زیادہ ہوتی۔ اب جبکہ پورے ضلع کی آبادی ایک ہزار سے کم ہے تو جماعت کی ''ترقی'' کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ گویا ۹۹ فیصد احمدی جماعت چھوڑ گئے ہیں۔

ضلع چکوال میں شہر کے اندر ۵ / ۶ گھر احمدیوں کے ہیں۔ جبکہ ایک درجن سے زائد گھر اب احمدیت چھوڑ چکے ہیں۔ موضع بھون میں ۸ / ۱۰ گھر ہیں۔ کلر کہار میں ۵ / ۶ گھر۔ دھرکنہ میں ۲ گھر اور بوچھال کلاں میں ۴ گھر احمدیوں کے ہیں۔ پنجند میں ۸ / ۱۰ گھر احمدیوں کے ہیں۔ رتوچھا میں بھی ۶ / ۷ گھر احمدیوں کے موجود ہیں۔ سب سے بڑی جماعت ڈھلیال کی ہے۔ جہاں پہلے نصف سے زائد گاؤں احمدی تھا۔ اب ۲۵ / ۳۰ گھر احمدیوں کے رہ گئے ہیں۔ یہ وہی گاؤں ہے جہاں ایک احمدی خاتون کے تین

بیٹے جرنل تھے۔اب یہ جماعت بھی آخری سانسوں میں ہے۔پورے ضلع چکوال میں احمدیوں کی کل تعداد ۶۰۰ کے قریب ہوگی۔جبکہ ضلع چکوال کی کل آبادی ۱۲ / ۱۳ لاکھ ہوگی۔احمدیوں کی کیا نسبت بنتی ہے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔جن جماعتوں کا ذکر کر رہا ہوں ہر جماعت سے بہت سے لوگ جماعت چھوڑ چکے ہیں۔علاقے کے لوگ یہ جانتے ہیں کہ لوگ مسلمان ہوتے ہیں۔احمدی کبھی نہیں کوئی ہوتا۔یہ بات احمدیوں کو بھی بہت پریشان کرتی ہے۔ان کی نوجوان نسل کو مایوس کرنے والی سب سے بڑی

ضلع راولپنڈی

اس ضلع میں کل کتنی تعداد ہوگی اس کا اندازہ تو مشکل ہے۔البتہ اس انداز سے جائزہ لیا جاسکتا ہے کہ راولپنڈی شہر میں نماز جمعہ ادا کرنے والی دو جگہیں ہیں۔ایک مری روڈ پر تین منزلہ عمارت تیلی خانہ شاپ کے قریب ہے۔دوسری عیدگاہ کے نام سے سٹیلائٹ ٹاؤن E بلاک کے پاس تھی۔مگر جب انہوں نے یہاں عیدگاہ کے نام سے تعمیر شروع کی تو مسلمانوں نے احتجاج کرکے بند کروادیا۔اب انہوں نے اسے فروخت کردیا ہے۔اور 69/E میں پیر انوار الدین احمد (متوفی) کے مکان کو خرید کر اس مکان کے پچھلے حصہ میں ڈبل سٹوری عبادت گاہ بنائی ہے۔ان دونوں جگہوں پر زیادہ سے زیادہ دو ہزار افراد نماز پڑھ سکتے ہیں۔احمدیوں میں نماز جمعہ کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔مرد عورتیں بچے بوڑھے تمام جمعہ کے لئے جاتے ہیں۔تقریباً ۹۰ فیصد آبادی جمعہ پر پہنچ جاتی ہے۔اب اگر دونوں عبادت گاہوں میں ۲ ہزار افراد آسکتے ہیں تو راولپنڈی شہر میں احمدیوں کی تعداد کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔دو ہزار کی تعداد تو صرف احتیاطاً لکھ رہا ہوں۔ورنہ عیدگاہ میں تو ۱۵۰ یا ۲۰۰ افراد آتے تھے۔مری روڈ پر ۵۰۰ / ۶۰۰ کے قریب آتے تھے۔(یہ اپنے مشاہدے کی بات کر رہا ہوں کیونکہ راقم ۱۹۸۴ء سے ۱۹۸۹ء تک اکثر یہاں جمعہ پڑھتا رہا ہے۔بلکہ ۱۹۹۵ء تک اکثر و بیشتر جمعہ کے لئے ان دو عبادت گاہوں میں جاتا رہا ہے۔)علاقائی جماعتیں بھی برائے نام ہیں۔تحصیل گوجر خان میں گوجر خان شہر میں ۱۰ / ۱۱ گھروں پر مشتمل ایک جماعت ہے۔گوجر خان سے ۸ / ۱۰ کلو میٹر دور ایک بہت پرانی جماعت چنگا بنگیال میں ہے جو اب آخری سانسوں میں ہے۔چند گھر باقی رہ گئے ہیں۔تحصیل گوجر خان میں کل تعداد ۲۵۰ کے قریب ہوگی۔پورے ضلع راولپنڈی کی تعداد ۳ سے ۴ ہزار تک ہوسکتی ہے۔

اسلام آباد

اسلام آباد میں ایک عبادت گاہ ہے جو سنگل سٹوری ہے۔ اس میں زیادہ سے زیادہ ۷۰۰ افراد جمعہ کو آتے ہیں۔ اسی طرح اسلام آباد میں احمدیوں کی تعداد ایک ہزار سے تجاوز نہیں کرتی۔ جبکہ دو چھوٹی چھوٹی جماعتیں دیہاتوں میں ہیں۔ اسی طرح راولپنڈی اسلام آباد کے اضلاع میں کل تعداد ۵ سے ۶ ہزار تک ہو سکتی ہے۔ یقیناً احمدی اسے پڑھ کر خوش ہوں گے کہ چلو ہماری اصل تعداد سے زیادہ ہی ظاہر کیا ہے۔ کچھ پردہ رہ گیا ہے۔ پورا صوبہ سرحد احمدیوں سے خالی ہے۔ پورے صوبہ میں ایک ہزار کے قریب احمدی ہوں گے۔ انشاء اللہ احمدی اس تعداد پر بھی خوش ہوں گے۔ صرف چناب نگر (ربوہ) ایسا شہر ہے جہاں صرف احمدی آباد ہیں۔ وہ تعداد ۳۰ / ۳۵ ہزار افراد پر مشتمل ہوگی۔ ضلع بہاولپور، ضلع رحیم یار خان، بہاول نگر، یعنی پوری ریاست بہاولپور میں کل تعداد ۱۵۰۰ سے کم ہے۔ یہ اعداد و شمار راقم کے ذاتی مشاہدے کی بنیاد پر ہیں۔ مذکورہ بالا سات ضلعوں میں کل تعداد ۸ ہزار بنتی ہے۔ ۴۵ لاکھ کہاں آباد ہیں؟۔

پچاس لاکھ بیعتیں

۱۹۹۳ء سے جماعت نے ایک نیا سلسلہ شروع کیا ہے۔ جسے عالمگیر بیعت کا نام دیا گیا ہے۔ ۱۹۹۳ء فروری یا مارچ میں پوری جماعت کو یہ ٹارگٹ دیا گیا کہ جولائی ۱۹۹۳ء تک ۲ لاکھ نئی بیعتیں کروائی جائیں۔ اس کا اعلان جلسہ سالانہ لندن میں جولائی کے مہینہ میں کیا جائے گا۔ اور اس دن عالمگیر بیعت ہوگی۔ ۲ لاکھ کے ٹارگٹ کو پوری دنیا میں تقسیم کر دیا گیا۔ اس میں سے جہلم کے حصہ میں ۵۰ کی تعداد آئی۔ یہ کیونکہ نئی تحریک تھی پوری جماعت حرکت میں آگئی۔ ۵۰ کے مقابل پر ۷۲ افراد کی بیعت کروائی گئی۔ یہ تقریباً سبھی وہ افراد تھے جو یا تو پہلے احمدی تھے اور بعد میں جماعت چھوڑ گئے یا پھر ان کے والد یا والدہ احمدی تھیں۔ مگر اب وہ اور ان کے بچے جماعت میں شامل نہیں تھے۔ لہذا ان کی بیعت فارم پر کروا کر ۷۲ کی تعداد پوری کر دی گئی۔ ۱۹۹۳ء کے جلسہ میں مرزا طاہر احمد نے بڑے فخر سے اعلان کیا کہ ٹارگٹ پورا ہو گیا ہے۔ اس طرح دو لاکھ بیعتیں ہو گئی ہیں۔ جماعت میں تو خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اب مرزا طاہر نے اعلان کیا کہ اگلے سال کا ٹارگٹ ڈبل ہے یعنی چار لاکھ۔ اس میں سے جہلم کے حصہ میں ۱۶۰ کا ٹارگٹ آیا۔ مگر پورے سال کی محنت کے بعد ۵ / ۷ افراد کے فارم پر ہو سکے۔ گویا ٹارگٹ بالکل پورا نہ ہوا۔ بلکہ ۱۰ فیصد

بھی نہ ہو سکا۔ مگر ۱۹۹۴ء کے جلسہ سالانہ میں مرزا طاہر صاحب نے اعلان کیا کہ ۴ لاکھ کا ٹارگٹ پورا ہو چکا ہے۔ اب اگلے سال ۱۹۹۵ء کے لئے ۸ لاکھ کا مقرر کیا گیا۔ جہلم کو تقریباً ۳۵۰ کا ٹارگٹ ملا مگر ۳ / ۴ فارم پر ہو سکے۔ یہی حال راولپنڈی اور چکوال کا تھا۔ مگر ۱۹۹۵ء میں جلسہ پر مرزا طاہر صاحب نے ٹارگٹ پورا ہونے کی نوید سنادی۔ اب ۱۹۹۶ء کے لئے ۱۶ لاکھ کا ٹارگٹ دیا گیا۔ جہلم کو ۷۰۰ سے زائد کا ٹارگٹ ملا۔ جواب میں دو تین فارم پر ہو سکے۔ ۱۹۹۶ء کے جلسہ پر ۱۶ لاکھ کا ٹارگٹ پورا ہونے کا اعلان ہوا۔ ۱۹۹۷ء کے لئے ۳۲ لاکھ کا ٹارگٹ مقرر ہوا۔ جہلم کے لئے ۱۵۰۰ کا ٹارگٹ ملا۔ جبکہ فارم ۴ / ۵ افراد کے پر ہو سکے۔ مگر ۱۹۹۷ء کے جلسہ پر ٹارگٹ پورا ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔ ۱۹۹۸ء کے لئے ۲۴ لاکھ کا ٹارگٹ دیا گیا۔ جولائی ۱۹۹۸ء میں راقم اپنے گاؤں محمود آباد گیا۔ وہاں چند لوگوں سے باتیں کرتے ہوئے راقم نے کہا کہ اب ۲۴ لاکھ کا اعلان نہیں ہوگا کیونکہ اس سے شک پڑ سکتا ہے۔ اب ۵۰ کے قریب بتایا جائے گا۔ پھر یہی ہوا کہ ۱۹۹۸ء کے جلسہ پر ۵۰ لاکھ نئی بیعتوں کی نوید سنائی گئی۔ اس ٹارگٹ میں سے جہلم کو ۳۰۰۰ کا ٹارگٹ ملا تھا۔ ۱۹۹۳ء سے ۱۹۹۹ء تک جہلم کو ۱۱ ہزار سے زائد کا ٹارگٹ مل چکا ہے۔ مگر جواب میں ۲۰۰ سے بھی کم فارم پر ہوئے۔ (اب اگر جائزہ لیں تو وہ دو سو افراد بھی جماعت سے منسلک نہ ہوں گے۔) مگر اعلان ہمیشہ ٹارگٹ کے پورا ہونے کا کیا گیا۔ اب ۱۹۹۹ء کے لئے ٹارگٹ ایک کروڑ کا ہوگا۔ ڈبل والے فارمولے کے مطابق ۲۴ کا ڈبل ۴۸ ہوتا تھا۔ مگر ۵۰ لاکھ کی پچھلی بیعتوں کو ڈبل کرنے سے ۱۰۰ لاکھ کا ٹارگٹ رکھا ہوگا۔ اب بھی احتیاط یہ کی جائے گی کہ شک نہ پڑ جائے۔ لہذا ۸۰ سے ۹۰ لاکھ بیعتوں کی نوید سنائی جائے گی۔

عالمگیر بیعت

اب عالمگیر بیعت کا کیس ایسی سٹیج پر آگیا ہے کہ اس کا پول کھلنے والا ہے۔ اب زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ راقم ۱۹۹۷ء میں بہاولپور گیا۔ خدام الاحمدیہ (نوجوانوں کی تنظیم) کے قائد سے ملاقات ہوئی۔ پوچھا آپ کی بیعتیں کیسی جا رہی ہیں۔ اس نے بتایا صرف پچھلے سال ۱۲۰۰ بیعتیں ہوئی ہیں۔ واضح رہے کہ ان کی مرکزی عبادت گاہ میں ۲ سو سے زائد افراد کی گنجائش نہیں۔ اس سے پوچھا گیا کہ ۱۲۰۰ میں سے کتنے سو افراد جمعہ کی نماز کے لئے آتے ہیں۔ کہنے لگا ۳ / ۴ افراد۔ راقم نے کہا کہ باقی سارا کچرا ہے۔ گند ہے جو جمعہ کے لئے نہ آئے اسے کیا کرنا ہے؟۔ اس پر وہ خاصا پریشان ہوا اور کہنے لگا یہ بات تو درست

ہے کہ ۱۲۰۰ میں سے کوئی بھی نہیں آتا مگر پھر ۱۲۰۰ بیعتیں کیسے ہوئیں ؟۔ پھر پوچھا کہ اب ۱۹۹۷ء میں کیا ٹارگٹ ملا۔ لازماً ڈبل ہوگا۔ یعنی ۲۴۰۰۔ اب تک کتنی بیعتیں ہوئی ہیں ؟۔ کہنے لگا ابھی تک تو کوئی نہیں ہوئی۔ یہ اپریل ۱۹۹۷ء کی بات ہے۔ یعنی متوقع اعلان سے ۳ ماہ قبل۔

اب ساری جماعت خصوصاً پاکستان میں آرام کررہی ہے۔ ٹارگٹ مل جاتا ہے۔ کام کچھ بھی نہیں ہوتا۔ لندن میں اعلان ہوجاتا ہے کہ ٹارگٹ پورا ہوگیا ہے اور پھر اگلے سال کا ٹارگٹ ڈبل ہے۔

اب اسی کھیل کے اختتام کا وقت آگیا ہے۔ ۱۹۹۳ء سے ۱۹۹۸ء تک اعلان کردہ تعداد کے مطابق ایک کروڑ ۲ لاکھ افراد نئے احمدی ہوچکے ہیں۔ ۱۹۹۹ء میں متوقع اعلان کے مطابق اس سال تک ۲ کروڑ احمدی ہوچکے ہوں گے۔ اب احباب جماعت کی آنکھیں کھلنے کا وقت آگیا ہے کہ وہ دیکھیں دھڑا دھڑ بیعتیں ہورہی ہیں۔ ہر ضلع کو ٹارگٹ ملتا ہے اور اعلان کردیا جاتا ہے کہ پورا ہوگیا ہے۔ اب تک ہونے والی بیعتوں کی تعداد ہر ضلع کی اصل تعداد سے کئی گنا زیادہ ہے۔ تو کہاں ہیں وہ احمدی ؟۔

اگر ابھی آنکھیں نہیں کھلیں تو آگے پڑھیئے۔ جماعت کے اس فارمولے کے مطابق ۲۰۰۰ء میں ۲ کروڑ احمدی ہوں گے۔ جبکہ ۲۰۰۱ء کا ٹارگٹ ۴ کروڑ ہوگا اور اگر اسی میں احتیاطی پہلو سامنے رکھ کر اعلان کیا جاتا رہا تو ۲۰۱۰ء میں صرف ایک سال میں ۵ ارب لوگ احمدی ہوں گے۔ جبکہ دنیا کی کل آبادی چھ ارب ہے۔ اس فارمولے کے مطابق ۲۰۱۰ء تک کل ۱۱ ارب احمدی ہوچکے ہوں گے۔ امریکہ یورپ اور باقی دنیا کے تمام دانشور اور تمام ادارے بے بس ہوجائیں گے۔ کہ چھ ارب تو وہ آبادی ہے جس میں کروڑوں عیسائی ہیں' کروڑوں مسلمان ہیں' کچھ ہندو کچھ بدھ مت کے ماننے والے وغیرہ۔ اور اب ۱۱ ارب احمدی بھی ہوگئے۔ گویا اب تو دنیا کی آبادی ۱۷ ارب ہوگئی ہے۔ آبادی کو کنٹرول کرنے والے' حساب رکھنے والے اور ڈیٹا تار کرنے والے تمام ادارے حیران رہ جائیں گے کہ صرف ۱۲ سالوں میں دنیا کی آبادی تین گنا ہوگئی ہے۔ جبکہ ان لوگوں کو دوربین سے بھی وہ گیارہ ارب احمدی نظر نہیں آئیں گے۔

اگر مرزا طاہر احمد صاحب نے کوئی لحاظ نہ کیا اور ڈبل کا فارمولا جاری رکھا تو ۲۰۱۰ء میں صرف ایک سال میں ۲۶ ارب لوگ احمدی ہوں گے۔ یہ کسی بھی ایٹمی دھماکے سے زیادہ دنیا کو متاثر کرنے والا دھماکہ ہوگا۔ کیونکہ دنیا کی کل آبادی تو چھ ارب ہے۔ جبکہ آئندہ دس سالوں میں صرف احمدی ہونے والے افراد ۵۰ ارب ہوں گے۔ جبکہ اصلی چھ ارب برقرار رہیں گے۔

اگر جماعت آئندہ اعداد و شمار کی الجھن سے بچنے کے لئے ۲ کروڑ پر اکتفا کرتی ہے۔ اور ہر سال ۲ کروڑ کا ہی اعلان کرتی ہے تو یہ جماعت کی آساس اور نظریہ کے خلاف ہوگا۔ کیونکہ جماعت کا بنیادی نظریہ ہے کہ یہ خدائی جماعت ہے۔ جو بھی تحریک شروع کی جائے وہ ضرور کامیاب ہوتی ہے۔ دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے "خدائی تحریک" ضرور کامیاب ہوتی ہے۔ اب اگر دو کروڑ پر جماعت رک جاتی ہے تو جماعت پر حرف آتا ہے۔ کہ اس نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اور تمام سرگرمیاں ماند پڑ گئی ہیں۔ اگر جماعت میں یا مرزا طاہر احمد صاحب کو مشورہ دینے والوں میں کوئی سائنس یا شماریات کا ماہر ہوا تو وہ انہیں بتا سکتا ہے کہ پہلے فارمولے (ڈبل والے) سے گراف تیزی سے اوپر کو اٹھتا ہے اور چند مرحلوں بعد بلندیوں کو چھونے لگتا ہے ۔ اور اب (۲ کروڑ پر اکتفا کرنے سے) یہ افقی لائن پر آگیا ہے جو جمود کو ظاہر کرتا ہے۔ مثلاً اگر ۲ کروڑ سے ڈبل والے فارمولے کے ساتھ چلا جائے تو ۱۰ سال بعد ایک سال میں ۱۰۲۴ کروڑ احمدی ہوں گے۔ اور کل ۱۰ سالوں میں ۲۰۹۶ کروڑ احمدی ہوں گے۔ اور اگر ۲ کروڑ پر رک کر ہر سال اتنے کا ہی اعلان کیا جاتا رہے تو ۱۰ سالوں میں کل ۲۰ کروڑ احمدی ہوں گے۔ جو کہ اوپر والی تعداد کا ۰.۹ فیصد بنتا ہے۔ گویا جماعت کی کارکردگی ۹۹ فیصد کم ہو گئی۔ ایسی صورت میں جماعت احمدیہ کے خدائی جماعت ہونے کا دعویٰ غلط ثابت ہو جائے گا۔

اب صورت حال یہ ہے کہ ہر ضلع یا جماعت کی کل تعداد سے ۱۵ گنا زیادہ کا ٹارگٹ پچھلے چھ سالوں میں مل چکا ہے۔ اور بقول مرزا طاہر احمد صاحب کے یہ ٹارگٹ پورا بھی ہو چکا ہے۔ اب احباب جماعت کو یہ دیکھنا چاہئیے کہ اگر چھ سال پہلے ان کی عبادت گاہ میں عید کے دن ۱۰۰ افراد آتے تھے تو کیا اب ۱۵۰۰ یا ۱۶۰۰ افراد آتے ہیں؟۔ اس پر غور کرنے کے بعد یقیناً ان کو مایوسی ہو گی۔ وہ دیکھیں گے کہ ۱۵۰۰ تو کیا ۱۵ افراد بھی نہیں جن کا نیا اضافہ ہو۔ اب وہ یہ خیال کریں گے کہ جماعت تو جھوٹ نہیں بول سکتی۔ اصل میں ہمارے علاقے کی جماعتیں سست ہیں ادھر تو احمدی نہیں بڑھے۔ دوسرے شہروں میں ضرور ہوئے ہوں گے۔ اب جناب آپ کے کئی رشتہ دار دوست دوسرے شہروں میں ہوں گے۔ ان سے یہی سوال پوچھئے تو پتہ چلے گا کہ وہ بھی یہی سمجھ رہے ہیں کہ دوسرے شہروں میں لوگ احمدی ہو رہے ہیں۔ پورے پاکستان کا جائزہ لینے کے بعد بھی آپ جماعت کو جھوٹا نہیں سمجھیں گے کیونکہ آپ کے خون میں یہ شامل کر دیا گیا ہے کہ احمدی جھوٹ نہیں بولتے۔ حالانکہ بات بالکل الٹ ہے۔

اب اگر آپ کے دوست رشتہ دار لندن (انگلینڈ) میں ہوں تو ان سے یہ پوچھیں کہ آپ کے علاقے میں کتنے انگریز (گورے) پچھلے سالوں میں احمدی ہوئے ہیں۔ تو یقیناً آپ کو سخت مایوسی ہوگی۔ ان کا جواب ہوگا کہ دوسرے ملکوں میں ہورہے ہیں۔ اب خود غور کریں کہ جہاں مرزا طاہر احمد صاحب ۱۵ سال سے مقیم ہیں۔ جہاں جماعت کا ہیڈ کوارٹر بنا ہوا ہے وہاں پر بھی اگر ٹارگٹ پورا نہیں ہوا اور جس ملک میں پہلے ہیڈ کوارٹر تھا یعنی پاکستان۔ اس میں بھی ٹارگٹ پورا نہیں ہوا تو پھر دو کروڑ نئی ہونے والے بیعتیں کہاں ہوئی ہیں؟۔ کسی ایک افریقی ملک میں تو ہو نہیں سکتیں۔ کیونکہ ان ملکوں کی تو اپنی آبادی ہی کم ہے۔ اور اگر اس مقدار کو ۵ / ۶ ملکوں میں تقسیم کر دیا جائے تو یہ ایک حیران کن خبر بنتی ہے۔ جس نے پوری دنیا کو ہلا کر رکھ دینا تھا کہ ان ملکوں کی ایک چوتھائی آبادی احمدی ہوگئی ہے۔

جب پاکستان کی جماعتوں کو ہر سال ٹارگٹ مل رہا ہے اور وہ پورا بھی نہیں ہورہا تو ٹارگٹ کے مکمل ہونے میں اچھی خاصی کمی ہونی تھی۔ مگر اعلان تو ہوتا ہے کہ ٹارگٹ پورا ہوگیا ہے۔ یہ جماعت کا ایسا جھوٹ ہے جس کا پول کھلنے والا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ اس جھوٹ سے احمدی حضرات کو ایک بڑا سہارا ملتا ہے۔ مورال بڑھتا ہے۔ اور احمدیت کو چھوڑنے کے لئے پر تولنے والے حضرات کچھ دیر کے لئے پروگرام ملتوی کر دیتے ہیں۔ مگر جب جماعت کا تعلیم یافتہ اور باشعور طبقہ یہ دیکھے گا کہ ایک ایسی جماعت جس کا دعویٰ ہے کہ اسلامی تعلیم کا حسین نمونہ اس جماعت میں ہے اس کا یہ حال ہے کہ وہ بڑا ''سنجیدہ جھوٹ'' بول رہی ہے تو یقیناً پھر جوق در جوق احمدی لوگ اسلام میں داخل ہوں گے۔

اگر آپ کسی ایسے گاؤں کا جائزہ لیں جہاں ۵ / ۷ گھر احمدیوں کے ہوں۔ تو آپ کو یہ بات ضرور ملے گی کہ پہلے فلاں فلاں گھر یا خاندان احمدی ہوتا تھا۔ پھر بعد میں مسلمان ہوگیا۔ فلاں گھر میں احمدی عورت آئی اور بعد میں مسلمان ہوگئی۔ فلاں عورت نے احمدی مرد سے شادی کی مگر اس عورت کے اثر سے مرد بھی مسلمان ہوگیا۔ شاید ہی کسی گاؤں میں یہ بات سامنے آئے کہ پہلے فلاں خاندان مسلمان تھا اور بعد میں احمدی ہوگیا۔

اصل بات یہ ہے کہ جب کوئی آدمی نیا ''شوشہ'' چھوڑتا ہے۔ نیا مذہبی آئیڈیا دیتا ہے تو خاصے لوگ اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ پھر جب حقیقت ان کے سامنے کھلتی ہے تو وہ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے چلے جاتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے جب امام مہدی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو دیہات کے

لوگوں نے (جو یقیناً ان پڑھ تھے) اس پر کشش نعرہ کو سنتے ہی بغیر کسی تحقیق کے فوراً قبول کر لیا۔ کیونکہ مسلمان تو ایک امام مہدی کے منتظر تھے ہی۔ جوں ہی پتہ چلا کہ ایسا کوئی دعوے دار آگیا ہے تو فوراً قبول کر لیا۔ مرزا صاحب نے ۱۸۸۹ء میں باضابطہ بیعت کا آغاز کیا تو ۱۹۰۲ تک اچھی خاصی جماعت پیدا کر لی۔ جہلم میں مولوی برہان الدین صاحب جہلمی جو نیا محلہ جہلم میں ایک مسجد کے امام تھے۔ ۱۸۹۱ء میں بیعت کر آئے اور آکر اپنے شاگردوں کو بھی احمدیت میں شامل کر لیا۔ محمود آباد کے تمام بڑے اس مسجد میں قرآن وغیرہ پڑھنے جایا کرتے تھے۔ وہ سب مولوی برہان الدین صاحب جہلمی کی وجہ سے احمدی ہو گئے۔ نبوت کا دعویٰ تو مرزا صاحب نے ۱۹۰۲ء میں کیا۔ جب مولوی برہان الدین صاحب جہلمی اور دیگر لوگ مرزا صاحب کو اپنا پیر مان چکے تھے۔ تو انہوں نے اپنے پیر صاحب کے نئے دعویٰ کو عقیدت کی وجہ سے مسترد نہ کیا۔ پھر مرزا صاحب کی ظلی اور بروزی اصطلاحات نے کسی کو بھی انکار کرنے نہ دیا۔ کیونکہ ان نئی اصطلاحات نے علماء کو کنفیوز کر دیا۔ مرزا صاحب کی وفات کے بعد جماعت کے افراد آہستہ آہستہ جماعت چھوڑتے چلے گئے۔ مگر اس دوران چندوں کے لامتناہی سلسلہ نے ایک ایسے نظام کو جنم دیا جو کہ وقتاً فوقتاً مرکز سے انسپکٹرز آکر چندہ جمع کرنے حساب چیک کرنے اور جماعت کو منظم رکھنے اور جماعت سے دور افراد کو چندہ دہندگان میں شامل کرنے کے لئے ان کے گھروں تک بار بار چکر لگا کر جماعت کے قریب کرنے کا سبب بنا۔ ۱۹۱۴ء میں مرزا غلام احمد کے بڑے صاحبزادے مرزا بشیر الدین محمود احمد جو کہ اس وقت ۲۵ سال کے تھے مرزا صاحب کے دوسرے جانشین (خلیفہ) بنے۔ انہوں نے جماعت کو منظم کرنے میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ نئی تنظیمیں نئے ادارے نئے چندے اور نئی نئی سکیمیں شروع کی۔ ۱۹۶۵ء میں ان کی وفات تک جماعت خاصی منظم ہو چکی تھی۔ اس کے بعد مرزا ناصر احمد صاحب کے دور میں جماعت کم ہونا شروع ہو گئی۔ ۱۹۷۴ء میں پورے پاکستان میں جماعت کا حجم بہت سکڑ گیا ۱۹۸۲ء میں مرزا طاہر احمد نے انتظام سنبھالا تو جماعت میں زبردست جوش پیدا کر دیا۔ انہوں نے جماعت کو یہ فلسفہ دیا کہ اگر صرف ۱۰ فیصد آبادی احمدی ہو جائے تو حکومت جماعت کے ہاتھ آسکتی ہے۔ ۱۹۸۲ تا ۱۹۸۳ء ہر جماعت میں تبلیغ کے لئے ایک زبردست جوش پیدا کر دیا۔ ہر جوان کو ایک ایک احمدی کرنے کا ٹارگٹ دیا گیا۔ ہر فرد کو اپنے گھر میں غیر احمدیوں کو چائے وغیرہ کی دعوت پر بلا کر تبلیغ کرنے کا پابند کیا۔ اور جماعت نے بھی اس پر پوری طرح عمل کر کے خوب محنت کی۔ مگر نتیجہ مایوس کن رہا۔ راقم اس وقت پنجاب یونیورسٹی کے

احمدی طلباء کا قائد (زعیم) تھا۔ اور علامہ اقبال ٹاؤن' مسلم ٹاؤن' گارڈن ٹاؤن' اور ماڈل ٹاؤن پر مشتمل جماعتی قیادت کا ایک اہم رکن تھا۔ لہذا یہ باتیں ذاتی علم اور مشاہدے پر مبنی ہیں۔

اب صورت حال یہ ہے کہ باقی ماندہ احمدیوں کی چار نسلیں گزر چکی ہیں۔ اور اب نئی نسل جو کہ نسل در نسل احمدی ہے اس کا جماعت چھوڑنا خاصا تکلیف دہ ہے۔ جس طرح ایک ہندو کے گھر میں پیدا ہونے والا ہندو مذہب کو ہی سچا سمجھتا ہے بے شک وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کر لے۔ دہریہ اپنے غیر مذہبی نظریہ پر قائم رہتا ہے۔ پارسی' سکھ' عیسائی اور یہودی گھرانوں میں پرورش پانے والے افراد اپنے اپنے مذہب پر قائم رہتے ہیں۔

احمدی یہ جانتے ہیں کہ جماعت میں چندوں کی بھرمار پر بڑا زور ہے مگر اسلام کا بنیادی رکن زکوۃ بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ تحریک جدید' وقف جدید' چندہ عام اور دیگر چندوں پر امام جماعت کے کئی درجن خطبے مل جائیں گے مگر زکوۃ پر کوئی خطبہ دریافت نہ ہو گا۔ جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے خطبات تو ملیں گے مگر حج یا مناسک حج کے بارے میں کوئی خطبہ نہ ملے گا۔ جماعت کے تمام مرکزی عہدوں پر مرزا صاحب کے خاندان کے افراد کا قبضہ ہے۔ ان کے لئے کسی قابلیت کی ضرورت نہیں۔ جبکہ ان کے نیچے کام کرنے والے جامعہ احمدیہ سے سات سالہ کورس کرنے کے علاوہ ۲۰ / ۲۵ سال فیلڈ کا تجربہ بھی رکھتے ہیں۔ جماعت کے بنیادی عہدوں یعنی مقامی امیر جماعت اور اس کی مجلس عاملہ کے لئے عہدے کا حق دار صرف وہی ہو گا جو چندے کا بقایا دار نہ ہو۔ بے شک وہ اخلاقی و مذہبی تعلیم کے حوالے سے کیسا ہی کیوں نہ ہو۔ جبکہ ایک نیک متقی اسلامی شعار کا پابند اگر مالی کمزوری کی وجہ سے چھ ماہ سے زائد چندے کا بقایا دار ہے تو نہ وہ ووٹ دے سکتا ہے نہ عہدہ لے سکتا ہے۔ تقویٰ اور پرہیزگاری پر پیسے کو ترجیح ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی دوسری جماعتی زیادتیاں زبان زد عام ہیں۔ جن کو مضمون کی طوالت کی وجہ سے کسی اور مضمون کے لئے اٹھا رکھتا ہوں۔ ان سب خرابیوں کو جانتے ہوئے بھی وہ خاموش ہیں۔

جب سے پاکستان میں احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے مسلمانوں اور احمدیوں میں خاصی دوری پیدا ہو گئی ہے۔ جہاں کوئی مسلمان احمدی ہونے کی جرات نہیں کرتا وہاں احمدی بھی اس دوری کو پار کرنے کی ہمت نہیں رکھتے۔ خدا تعالیٰ احمدی نوجوانوں کو ہمت دے کہ وہ اس دوری کو عبور کر کے مسلمان ہو جائیں۔ آمین!

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

مولانا عبدالسلام ندوی

نام ونسب

عائشہ نام' صدیقہ اور حمیرا لقب' ام عبداللہ کنیت' حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ ماں کا نام زینب تھا۔ ام رومان کنیت تھی۔ اور قبیلہ غنم بن مالک سے تھیں۔

تمام ازواج مطہرات میں یہ شرف صرف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی مزاج شناس بیوی تھیں۔ آنحضرت ﷺ سے پہلے وہ جبیر بن مطعم کے صاحبزادے سے منسوب ہوئی تھیں۔ لیکن جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد خولہ رضی اللہ عنہا بنت حکیم نے آنحضرت ﷺ سے اجازت لے کر ام رومان سے کہا اور انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا۔ تو چونکہ یہ ایک قسم کی وعدہ خلافی تھی۔ بولے کہ جبیر بن مطعم سے وعدہ کر چکا ہوں لیکن مطعم نے خود اس بنا پر انکار کر دیا کہ اگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کے گھر میں آگئیں تو گھر میں اسلام کا قدم آجائے گا۔ بہر حال حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خولہ کے ذریعہ سے آنحضرت ﷺ سے عقد کر دیا۔ پانسو درہم مہر قرار پایا۔ یہ ۱۰ نبوی کا واقعہ ہے۔ اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا چھ برس کی تھیں۔

یہ نکاح اسلام کی سادگی کی حقیقی تصویر تھا۔ عطیہ اس کا واقعہ اس طرح بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا لڑکیوں کے ساتھ کھیل رہی تھیں۔ ان کی ا ن ں اور ان کو لے گئی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نکاح پڑھادیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خود کہتی ہیں کہ جب میرا نکاح ہوا تو مجھ کو خبر تک نہ ہوئی۔ جب میری والدہ نے باہر نکلنے میں روک ٹوک شروع کی تب میں سمجھی کہ میرا نکاح ہو گیا۔

نکاح کے بعد آنحضرت ﷺ کا قیام مکہ میں تین سال تک رہا۔ ۱۳ نبوی میں آپ ﷺ نے ہجرت کی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ساتھ تھے اور اہل وعیال کو دشمنوں کے نرغہ میں چھوڑ آئے تھے۔ جب مدینہ میں اطمینان ہوا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن اریقط کو بھیجا کہ ام رومان رضی اللہ عنہا' اسماء رضی اللہ عنہا اور عائشہ رضی اللہ عنہا کو

لے آئیں۔ اس وقت حضرت عائشہ صدیقہؓ کی عمر ۹ سال کی تھی۔ سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھیں کہ ام رومان نے آواز دی۔ ان کو اس واقعہ کی خبر تک نہ تھی۔ ماں کے پاس آئیں۔ انہوں نے منہ دھویا' بال درست کئے' گھر میں لے گئیں۔ انصار کی عورتیں انتظار میں تھیں۔ یہ گھر میں داخل ہوئیں تو سب نے مبارک باد دی۔ تھوڑی دیر بعد خود آنحضرت ﷺ تشریف لائے۔ شوال میں نکاح ہوا تھا اور شوال ہی میں یہ رسم ادا کی گئی۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے نکاح سے عرب کے بعض بیہودہ خیالات میں اصلاح ہوئی: (۱)...... عرب منہ بولے بھائی کی لڑکی سے شادی نہیں کرتے تھے۔ اسی بنا پر جب خولہؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے آنحضرت ﷺ کا ارادہ ظاہر کیا تو انہوں نے حیرت سے کہا کہ کیا یہ جائز ہے؟۔ عائشہؓ تو رسول اللہ ﷺ کی بھتیجی ہے۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "انت اخی فی لاسلام" "تم صرف میرے مذہبی بھائی ہو۔ (۲)......اہل عرب شوال میں شادی نہیں کرتے تھے۔ زمانہ قدیم میں اس مہینہ میں طاعون آیا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی شادی اور رخصتی دونوں شوال میں ہوئیں۔

عام حالات

غزوات میں سے صرف غزوہ احد میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی شرکت کا پتہ چلتا ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ اور ام سلیم کو دیکھا کہ مشک بھر بھر کر لاتی تھیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔

غزوہ مصطلق میں جو کہ ۵ھ کا واقعہ ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ آپ ﷺ کے ساتھ تھیں واپسی میں ان کا ہار کہیں گر گیا۔ پورے قافلہ کو اترنا پڑا۔ نماز کا وقت آیا تو پانی نہ ملا۔ تمام صحابہؓ پریشان تھے۔ آنحضرت ﷺ کو خبر ہوئی اور تیمم کی آیت نازل ہوئی۔ اس اجازت سے تمام لوگ خوش ہوئے۔ سعید بن حضیرؓ نے کہا: اے آل ابوبکر! تم لوگوں کے لئے سرمایہ برکت ہو۔

اسی لڑائی میں واقعہ افک پیش آیا۔ یعنی منافقین نے حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت لگائی۔ احادیث اور سیر کی کتابوں میں اس واقعہ کو نہایت تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے۔ لیکن جس واقعہ کی نسبت قرآن مجید میں صاف مذکور ہے کہ سننے کے بعد لوگوں نے یہ کیوں نہیں کہہ دیا کہ: "بالکل افتراء ہے۔"

۹ھ میں تحریم اور ایلاو تخییر کا واقعہ پیش آیا۔ اور واقعہ تحریم کی تفصیل حضرت حفصہؓ کے حالات

میں آئے گی۔

آنحضرت ﷺ زاہدانہ زندگی بسر فرماتے تھے۔ دو دو مہینے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ آئے دن فاقے آتے رہتے تھے۔ ازواج مطہرات کو شرف صحبت کی برکت سے تمام ابنائے جنس سے ممتاز ہوگئیں تھیں۔ تاہم بشریت بالکل معدوم نہیں ہوسکتی تھی۔ خصوصاً وہ دیکھتی تھیں کہ فتوحات اسلام کا دائرہ بڑھتا جارہا ہے۔ اور غنیمت کا سرمایہ اس قدر پہنچ گیا ہے کہ اس کا ادنیٰ حصہ بھی ان کی راحت و آرام کے لئے کافی ہوسکتا ہے۔ ان واقعات کا اقتضا تھا کہ ان کے صبر و قناعت کا جام لبریز ہوجاتا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے۔ دیکھا کہ بیچ میں آنحضرت ﷺ ہیں۔ ادھر ادھر بیویاں بیٹھی ہوئی ہیں۔ اور توسیع نفقہ کا تقاضا ہے۔ دونوں اپنی صاحبزادیوں کی تنبیہ پر آمادہ ہوگئے۔ لیکن انہوں نے عرض کی کہ ہم آئندہ آنحضرت ﷺ کو زائد مصارف کی تکلیف نہ دیں گی۔

دیگر ازواج مطہرات اپنے مطالبہ پر قائم رہیں۔ آنحضرت ﷺ کے سکون خاطر میں یہ چیز اس قدر خلل انداز ہوئی کہ آپ ﷺ نے عہد فرمایا کہ ایک مہینہ تک ازواج مطہرات سے نہ ملیں گے۔ آپ ﷺ نے بالا خانہ پر تنہا نشینی اختیار کی۔ واقعات کے قرینہ سے لوگوں نے خیال کیا کہ آپ ﷺ نے تمام ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے۔ لیکن جب حضرت عمرؓ نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ ﷺ نے ازواج مطہرات کو طلاق دے دی؟۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ اللہ اکبر پکار اٹھے۔

جب ایلا کی مدت یعنی ایک مہینہ گزر چکا تو آپ ﷺ بالا خانہ سے اتر آئے۔ سب سے پہلے حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لائے۔ وہ ایک ایک دن گنتی تھیں۔ بولیں یارسول اللہ ﷺ آپ نے ایک مہینہ کے لئے عہد فرمایا تھا۔ ابھی تو ۲۹ ہی دن ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مہینہ کبھی انتیس کا بھی ہوتا ہے۔

اس کے بعد آیات تخییر نازل ہوئی۔ اس آیت کی رو سے آنحضرت ﷺ کو حکم دیا گیا کہ ازواج مطہرات کو مطلع فرمائیں کہ دو چیزیں تمہارے سامنے ہیں۔ دنیا اور آخرت اگر تم دنیا چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو رخصتی جوڑے دے کر عزت و احترام کے ساتھ رخصت کردوں۔ اور اگر تم خدا اور رسول اور ابدی راحت

کی طلب گار ہو تو خدا نے نیکو کاروں کے لئے بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے۔ آپ ﷺ نے سب سے پہلے حضرت عائشہؓ کو ارشاد الٰہی سے مطلع فرمایا۔ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میں سب کچھ چھوڑ کر خدا اور رسول ﷺ کو لیتی ہوں۔ تمام ازواج مطہرات نے بھی یہی جواب دیا۔

ربیع الاول ۱۱ھ میں آنحضرت ﷺ نے وفات پائی۔ ۱۳ دن علیل رہے۔ جن میں ۸ دن حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ میں اقامت فرمائی۔ خلق عمیم کی بنا پر ازواج مطہرات سے صاف طور پر اجازت نہیں طلب کی۔ بلکہ پوچھا کہ کل میں کس کے گھر رہوں گا؟۔ دوسرا دن (دوشنبہ) حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ہاں قیام فرمانے کا تھا۔ ازواج مطہرات نے مرضی اقدس سمجھ کر عرض کی کہ آپ جہاں چاہیں قیام فرمائیں۔ ضعف اس قدر زیادہ ہو گیا تھا کہ چلا نہیں جاتا تھا۔ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ دونوں بازو تھام کر حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ میں لائے۔

وفات سے پانچ روز پہلے (جمعرات کو) آپ ﷺ کو یاد آیا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس کچھ اشرفیاں رکھوائی تھیں۔ دریافت فرمایا کہ عائشہ! وہ اشرفیاں کہاں ہیں؟ کیا محمد خدا سے بدگمان ہو کر ملے گا۔ جاؤ ان کو خدا کی راہ میں خیرات کر دو۔

جس دن وفات ہوئی (یعنی دوشنبہ کے روز) بظاہر طبیعت کو سکون تھا۔ لیکن دن جیسے جیسے چڑھتا جاتا تھا آپ پر غشی طاری ہوتی تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ جب تندرست تھے تو فرمایا کرتے تھے کہ پیغمبروں کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ خواہ موت کو قبول کریں یا حیات دنیا کو ترجیح دیں۔ اس حالت میں آپ ﷺ کی زبان مبارک سے اکثر یہ الفاظ ادا ہوتے رہے: ” مع الذین انعم اللّٰہ علیھم ۔ “اور کبھی فرماتے :” اللھم فی الرفیق الاعلیٰ ۔ “وہ سمجھ گئیں کہ اب صرف رفاقت الٰہی مطلوب ہے۔

وفات سے ذرا پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰنؓ خدمت اقدس میں آئے۔ آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کے سینہ پر سر ٹیک کر لیٹے ہوئے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ مسواک کی طرف نظر جما کر دیکھا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سمجھیں کہ آپ مسواک کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ سے مسواک لے کر دانتوں سے نرم کی اور خدمت اقدس میں پیش کی۔ آپ ﷺ نے بالکل تندرستوں کی طرح مسواک کی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فخریہ کہا کرتی تھیں کہ تمام بیویوں میں مجھی کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آخر وقت میں بھی میرا چبایا ہوا مسواک آپ ﷺ نے اپنے منہ

مبارک میں لگایا۔

اب وفات کا وقت قریب آرہا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ آپ ﷺ کو سنبھالے بیٹھی تھیں کہ دفعتہً بدن کا بوجھ معلوم ہوا۔ دیکھا تو روح پاک ﷺ عالم قدس میں پرواز کر گئی تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے آہستہ آہستہ سے سر اقدس تکیہ پر رکھ دیا اور رونے لگیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ابواب مناقب کا سب سے زریں باب یہ ہے کہ ان کے حجرہ کو آنحضرت ﷺ کا مدفن بننا نصیب ہوا اور جسم مبارک کو اسی حجرہ میں سپرد خاک کیا گیا۔ چونکہ ازواج مطہرات کے لئے خدا نے دوسری شادی ممنوع کر دی تھی۔ اس لئے آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ۴۸ سال بیوگی کی حالت میں بسر کئے۔ اس زندگی میں ان کا مقصد وحید قرآن و حدیث کی تعلیم تھا۔ جس کا ذکر آئندہ آئے گا۔

آنحضرت ﷺ کی وفات کے دو برس بعد ۱۳ھ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے انتقال فرمایا اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے لئے یہ سایہ شفقت بھی باقی نہ رہا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بعد حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ ہوئے۔ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی جس قدر دلجوئی کی وہ خود اس کو اس طرح بیان فرماتی ہیں:

''ابن خطابؓ نے آنحضرت ﷺ کے بعد مجھ پر بڑے بڑے احسانات کئے۔''

حضرت عمر فاروقؓ نے تمام ازواج مطہرات کا دس دس ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر فرمایا تھا۔ لیکن حضرت عائشہ صدیقہؓ کا وظیفہ بارہ ہزار تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ آنحضرت ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔

وفات

امیر معاویہؓ کا اخیر زمانہ خلافت تھا کہ رمضان ۵۸ھ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ نے رحلت فرمائی۔ اس وقت ۶۷ برس عمر تھی۔ اور وصیت کے مطابق جنت البقیع میں رات کے وقت مدفون ہوئیں۔ قاسم بن محمدؒ، عبداللہ بن عبدالرحمنؒ، عبداللہ بن ابی عتیقؒ، عروہ بن زبیرؒ اور عبداللہ بن زبیرؓ نے قبر میں اتارا۔ اس وقت حضرت ابو ہریرہؓ مروان بن حکم کی طرف سے مدینہ کے حاکم تھے۔ اس لئے انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔

اولاد

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی کنیت ام عبداللہ ان کے بھانجے عبداللہ بن زبیرؓ کے تعلق سے تھی جن کو انہوں نے متبنٰی بنایا تھا۔

فضل و کمال

علمی حیثیت سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو نہ صرف عورتوں پر' نہ صرف دوسری امہات المومنین پر' نہ صرف خاص خاص صحابیوں پر' بلکہ باستثنائے چند' تمام صحابہؓ پر فوقیت حاصل تھی۔ جامع ترمذی میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے :

"ماا شکل علینا اصحاب محمد ﷺ حدیث قط نسئالنا عائشہ الا وجدنا عندھا منہ علماً۔" ﴿ترجمہ : ہم کو کبھی کوئی ایسی مشکل بات پیش نہیں آئی جس کو ہم نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا ہو اور ان کے پاس اس کے متعلق کچھ معلومات نہ ملی ہوں۔﴾

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا شمار مجتہدین صحابہؓ میں ہے اور اس حیثیت سے وہ اسقدر بلند ہیں کہ بے تکلف ان کا نام حضرت عمرؓ' حضرت علیؓ' عبداللہ بن مسعودؓ اور عبداللہ بن عباسؓ کے ساتھ لیا جا سکتا ہے۔ وہ حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں فتویٰ دیتی تھیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ مکثرین صحابہؓ میں داخل ہیں۔ ان سے ۲۲۱۰ حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں ۱۷۴ حدیثوں پر شیخین نے اتفاق کیا ہے۔ امام بخاری نے منفرداً ان سے ۵۸ حدیثیں روایت کی ہیں۔ ۶۸ حدیثوں میں امام مسلم منفرد ہیں۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ احکام شرعیہ میں سے ایک چوتھائی ان سے منقول ہے۔

اخلاق و عادات

اخلاقی حیثیت سے بھی حضرت عائشہ صدیقہؓ بلند مرتبہ رکھتی تھیں۔ وہ نہایت قانع تھیں۔ غیبت سے احتراز کرتی تھیں۔ احسان کم قبول کرتیں اگرچہ خودستائی ناپسند تھی تاہم خوددار تھیں۔ شجاعت اور دلیری بھی ان کا خاص جوہر تھا۔

ان کا سب سے نمایاں وصف جودوسخا تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ان

سے زیادہ سخی کسی کو نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ امیر معاویہؓ نے ان کی خدمت میں دو لاکھ درہم بھیجے تو شام ہوتے ہوتے سب خیرات کر دیئے اور اپنے لئے کچھ نہ رکھا۔ اتفاق سے اس دن روزہ رکھا تھا۔ لونڈی نے عرض کی کہ افطار کے لئے کچھ نہیں ہے۔ فرمایا پہلے سے کیوں نہ یاد دلایا۔

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جو ان کے متبنیٰ تھے ان کی فیاضی دیکھ کر گھبرا گئے اور کہا کہ اب ان کا ہاتھ روکنا چاہئے۔ حضرت عائشہؓ کو معلوم ہوا تو سخت برہم ہوئیں اور قسم کھائی کہ ان سے بات نہ کریں گی۔ چنانچہ ابن زبیرؓ مدت تک معتوب رہے اور بڑی مشکل سے ان کا غصہ فرو ہوا۔

نہایت خاشع، متضرع اور عبادت گزار تھیں۔ چاشت کی نماز برابر پڑھتیں۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ راتوں کو اٹھ کر تہجد کی نماز ادا کرتی تھیں اور اس کی اس قدر پابند تھیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد جب کبھی یہ نماز قضا ہو جاتی تو نماز فجر سے پہلے اٹھ کر پڑھ لیتی تھیں۔

اکثر روزے رکھا کرتی تھیں۔ حج کی بھی شدت سے پابند تھیں اور ہر سال اس فرض کو ادا کرتیں۔ غلاموں پر شفقت کرتیں اور ان کو خرید کر آزاد کرتی تھیں۔ ان کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد ۶۷ ہے۔

****

حضرت مولانا حافظ احمد بخش صاحب کو صدمہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگ رہنما و مبلغ اسلام مولانا حافظ احمد بخش شجاع آبادی مبلغ رحیم یار خان کی صاحبزادی کا گذشتہ ہفتہ اچانک دل کا دورہ پڑنے سے انتقال ہو گیا۔ مرحومہ کی گذشتہ سال شادی ہوئی۔ ایک بچی گود میں تھی۔ اس جواں عمری میں ان کا وصال مولانا حافظ احمد بخش اور ان کے خاندان کے لئے بہت بڑا حادثہ ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ نے مرحومہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ قرب وجوار کی بہت بڑی تعداد نے ان کے جنازہ میں شرکت کی۔ ادارہ لولاک و عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ تمام اکابر واصاغر مولانا حافظ احمد بخش صاحب کے اس غم میں برابر کے شریک ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ آمین!

دفاع پاکستان

خطاب: مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

الحمدللہ وکفی وسلام علی سیدالرسل و خاتم الانبیاء امابعد!

حضرات میں چند باتیں گن گن کر عرض کروں گا اور بہت تھوڑے وقت میں اپنی بات ختم کردوں گا۔

دائمی اتحاد کی ضرورت

۱ یہ جلسہ ہمارے شہر کی تمام سیاسی، دینی، سماجی جماعتوں کا ایک مشترکہ جلسہ ہے۔ اور اس کا نام ہے قومی دفاعی کونسل (جو ملتان کی تمام جماعتوں نے حال ہی میں کمیٹی بنائی ہے) اس لئے تمام جماعتوں کے نمائندوں نے اس اجلاس میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

میں آپ سے اور سب نمائندوں اور دفاعی کونسل کے صدر محترم سے عرض کروں گا کہ ایک ضرورت کے لئے ہم سب جمع ہوگئے ہیں۔ کچھ ضرورتیں ایسی ہیں جو وقت کے لئے ہیں۔ وہ انشاءاللہ پوری ہوجائیں گی اور پھر شاید ان ضرورتوں کی ضرورت نہ رہے۔ کچھ ضرورتیں ہماری ایسی ہوں گی (ان حالات میں ہم کامیاب ہوجائیں اور اللہ ہمیں فتح دیدے) جو یقیناً" باقی رہیں گی تو اس کے بعد پھر بھی ہمیں ٹوٹنا نہ چاہیے۔ ہم آپس میں جڑے رہیں۔

اگر ہماری ساری جماعتیں اسی طرح مشترکہ مقاصد کے لئے جڑی رہیں تو شاید آگے چل کر ملک و مذہب اور ملت کی اچھی خدمت کرسکیں ۔

مشترکہ مقاصد کے لئے اشتراک عمل ضروری ہے

۲ یہاں مجھ سے پہلے ایک نوجوان آئے۔ انہوں نے ایک بات ایسی کہی جو میرے دل کی تھی۔ کہ "ہم

نے پچھلے اٹھارہ سال میں ملک کو سپاہیانہ زندگی کے لئے تیار نہیں کیا" یہ ہماری کوتاہی تھی۔ ہمیشہ دنیا کی اچھی قومیں وہ ہوتی ہیں جو اپنے ماضی کا مطالعہ کرتی ہیں اور ماضی کی زندگی کو سامنے رکھ کر مستقبل کو سنوارا کرتی ہیں۔ جو خوبیاں ہوتی ہیں ان کو اپنایا کرتی ہیں اور جو خامیاں ہوتی ہیں ان کو پورا کرتی ہیں۔ یعنی نیکیوں میں ترقی کرتی ہیں اور برائیوں سے توبہ کرتی ہیں' ان کا مداوا کرتی ہیں۔

اگرچہ کتنی ہماری کوتاہیاں ہیں' اللہ تعالیٰ نے ہمیں جوڑ دیا ہے اور وقت کی ضرورت نے جوڑ دیا ہے۔ ہم آئندہ کے لئے جب تک زندہ رہیں اکٹھے رہیں اور ہمارے بعد ہمارے جانشین بھی اکٹھے رہیں۔ تاکہ ہم ملک میں جو دینی سماجی ضرورتیں ہیں (جن میں ہمیں اختلاف نہیں ہوگا) ان کو پورا کرنے اور انہیں دوام بخشنے کے لئے کوئی خدمت کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں متحد رکھیں۔ ہم سب کو اسی کی طرف توجہ کرنی چاہیے (آمین)۔ اگر زندہ رہا تو میں خود بھی کوشش کروں گا کہ جب ہم ان حالات سے گذر جائیں تو اس کے بعد بھی ہم ملیں اور مل کر کوئی لائحہ عمل بنا کر مشترکہ کاموں میں ملک وملت کی خدمت کریں۔ جیسے حضور ﷺ کی ختم نبوت کا ایک اہم کام ہے اس کے لئے اکٹھے ہو کر ہمیں کام کرنا چاہیے۔

دفاعی کونسل کی اہمیت

آپ ملت کی جو خدمت کریں وہ آپ "دفاعی کونسل" کی وساطت سے کریں۔ اس لئے کہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ جدا جدا کام کرنے سے ایک قسم کی ضرورت کی چیزیں زیادہ اکٹھی ہو جاتی ہیں۔ اور دوسری قسم کی جو چیزیں ہیں' ان میں کمی آجاتی ہے۔ اگر آپ اس قومی دفاعی کونسل کے ذریعہ سے خدمت کریں گے' تو جس جس چیز کی ضرورت ہوگی دریافت ہو جایا کرے گی۔ اس سے زیادہ سے زیادہ محنت اور خدمت ہو سکے گی۔

مسئلہ کشمیر

۳ تیسری چیز یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ سارا جو یہ ہنگامہ ہوا۔ دراصل کشمیر کی وجہ سے ہوا۔ اگر کشمیر کا قصہ نہ ہوتا تو کوئی جھگڑا نہ ہوتا۔ کشمیر کے متعلق ایک پاکستان کا موقف ہے اور ایک بھارت کا موقف ہے۔ پاکستان کے عوام پاکستان کے لیڈر اور حکومت یہ کہتے ہیں کہ کشمیر کے رہنے والوں کو خود اختیار ہونا چاہیے۔ وہ اپنا فیصلہ آپ کریں' ہماری حکومت اور ہم یہ نہیں کہتے کہ کشمیر کا فیصلہ ہماری مرضی سے ہو۔ ہمارا نظریہ اور ہمارا موقف یہ ہے کہ کشمیر کے رہنے والوں کو اختیار دیا جائے کہ وہ اپنے متعلق خود سوچیں اور جو چاہیں کرلیں۔

اگر بھارت کی حکومت یہ کہتی ہے کہ وہ ہمارا حصہ ہے۔ تو کبھی کبھی دنیا میں چور بھی کہا کرتے ہیں کہ ہمارا حصہ ہے۔ ہم اس میں فی الحال بحث نہیں کرتے کہ وہ ہمارا حصہ ہے یا تمہارا حصہ ہے۔ تم نے اٹھارہ سال سے وہاں قبضہ کر رکھا ہے۔ تم نے وہاں بڑی نیکی کی ہوگی' ان کو بڑا راضی کیا ہوگا' ان پر بڑے احسان کیے ہوں گے اور اب وہ تمہارے گن گاتے ہوں گے۔ آئیے! تم کم از کم ہمیں شرمندہ ہی کردو' رائے شماری کر کے۔ جانا تو انہوں نے تمہارے ساتھ ہی ہے۔

اگر تم نے ان کی خدمت کی ہے' انہیں راضی رکھا ہے اور انہیں احسانات سے نوازا ہے تو وہ تمہارے حق میں رائے دیں گے' ذرا رائے شماری تو کرالو۔ اب تم جو رائے شماری نہیں کراتے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دال میں کچھ کالا کالا ضرور ہے۔ تمہیں بھی اعتبار نہیں کہ کشمیری تمہارے حق میں جائیں گے۔ بلکہ تمہیں یقین ہے کہ انہوں نے تمہارے خلاف رائے استعمال کرنی ہے۔

دیکھیے کتنی بے انصافی ہے کہ ہندوستان کہتا ہے کہ ہمارے ساتھ رہیں اور ووٹ کا حق انہیں نہیں دیتے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ کشمیریوں کو حق دو۔ وہ جس کے ساتھ چاہیں رہیں۔ تم وہاں سے نکل جاؤ۔ نہ تم کشمیر میں رہو' نہ ہم رہتے ہیں۔ وہ اپنا فیصلہ آپ کرلیں جس کے ساتھ چاہیں رہیں۔

ریاستی عوام کا حق رائے دہی

۴ ہندوستان میں حکومت کانگریس کی ہے۔ اور کانگریسی لیڈر اچھے بھلے جو بھی تھے' ان کا دعوی یہ تھا کہ کسی قوم پر کسی جابر کا تسلط نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ لوگوں کو چاہیے کہ وہ خود فیصلہ کریں۔ جنگ آزادی کا بالکل یہی مطلب تھا۔ اور شاید کسی کو یاد ہو کہ جب ملک کی تقسیم پر کانگریس اور مسلم لیگ کی آپس میں گفتگوئیں ہوا کرتی تھیں اس وقت کے اخبارات میں یہ بات چھپ گئی تھی کہ اگر ملک تقسیم ہوا یا جب تقسیم ہوگیا تو ریاستوں کا کیا بنے گا؟ کانگریس نے اس وقت یہ کہا تھا کہ ریاستوں کے فیصلہ کا حق راجوں اور نوابوں کو نہیں ہوگا بلکہ عوام کو ہوگا۔

اس وقت جواہر لال نے یہ کہا تھا کہ ریاستوں کے عوام کو بھی اتنا ہی حق حاصل ہے جتنا غیر ریاستی عوام کو حق حاصل ہے۔ یعنی جو سٹیٹس براہ راست حکومت برطانیہ کے ماتحت تھیں۔ جب ان کے عوام کو اپنی آزادی مانگنے اور آزاد رہنے اور آزادی کا سانس لینے کا حق ہے تو ریاستی عوام کا کیا جرم ہے کہ انہیں یہ حق نہ دیا جائے۔

اگر تم نے یہ بات ایمانداری سے کہی تھی تو ریاستی عوام کا حق مان لینا چاہیے۔ اگر میرے لئے نہیں'

پاکستان کے لئے نہیں ماننا چاہیے۔ حق وانصاف کے لئے نہیں ماننا چاہیے؟ ایمان کے لئے نہیں ماننا چاہیے؟ خدا کا نام تو اس لئے میں نے نہیں لیا کہ تم خدا کو تو چھوڑ چکے ہو۔ دنیا کو دکھلانے کے لئے تم نے یہ کہا تھا کہ ریاستوں کے فیصلے عوام کریں گے لیکن تم اپنی اس بات سے مکر گئے۔ اگر تم اس بات میں ایماندار تھے تو تمہیں اس بات پر پختہ رہنا چاہیے تھا۔ جو تمہارے لیڈروں نے کہی تھی۔

تم دھوکہ دیا کرتے تھے اور میرے جیسے لوگوں نے تم پر بڑا اعتبار کیا تھا۔ لیکن تم تو بڑے فریبی نکلے۔ اگر تم میں ذرا بھر بھی دیانت ہے تو تمہیں اپنی کہی ہوئی بات کی لاج رکھنی چاہیے۔

بھارت اچھا ہمسایہ بننے کی بجائے مشترکہ دشمنوں سے مل گیا

۵ ایک اور بات کہتا ہوں۔ دنیا میں قاعدہ یہ ہے کہ مذہب اخلاق' انسانیت' غرض ہر اعتبار سے سب کے ہاں ایک اصول ہے کہ ہمسائے کا ہمسائے پر حق ہوتا ہے۔ اگر ہندوستان کی حکومت کے دل میں کچھ ایمان کی رتی ہوتی' جیسا بھی ان کا ایمان تھا اور کوئی انسانیت ہوتی تو پاکستان کے ساتھ وہ سلوک کرتی جو ایک اچھے ہمسائے کے ساتھ ایک اچھے ملک کو کرنا چاہیے۔

پاکستان اور ہندوستان ایک وقت میں ایک ملک تھا۔ پاکستان اور ہندوستان کے خطوں کے کچھ لوگوں نے غیر ملکی ٹھگوں انگریزوں کے ساتھ لڑکر ملک کو آزاد کرایا۔ اس لحاظ سے تو بھارت کو چاہیے تھا کہ وہ امریکہ اور برطانیہ کا بلاک جو آج دنیا کی لوٹ کھسوٹ کررہا ہے کے خلاف اس پاکستان کے ساتھ جو بھارت کا اچھا ہمسایہ ہے' اس کے ساتھ اچھا سلوک کرکے' اس کو طاقت ور اور قوی کرکے اور اسے ساتھ ملاکر' ان طاقتوں کے خلاف جنگ کرتے جو یورپین پارٹیاں تھیں۔ جن کی غلامی میں ہم سو سال پس چکے تھے۔

تمہیں تو یہ چاہیے تھا کہ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کرتے اور ہمارے ساتھ تعاون کرتے۔ ہمیں اچھی نگاہ سے دیکھتے اور ہمارے حقوق غصب نہ کرتے۔ ہمارے حقوق ہمیں دیتے اور ہمیں یہ کہتے کہ آؤ ہم تم ملیں اور مل کر ان سرمایہ داروں اور ان طاقتوں کے خلاف لڑیں اور طاقتور بنیں جنہوں نے سو سال تک ہمیں غلام بنائے رکھا۔ وہ جو امریکہ اور برطانیہ کا بلاک تھا' ان کے ساتھ لڑنے کے لئے ہمارے ساتھ ملتے۔

تم نے ان دشمنوں کے ساتھ مل کر ہمارے ساتھ لڑنے کا پروگرام بنایا۔ جن کے سو سال تک تم بھی غلام رہے اور جن کے ہم بھی غلام رہے۔ تم نے دشمن کے ساتھ مل کر تو سازش کی اور ان کے ساتھ تم ملے۔ جو تمہارا ہمسایہ تھا اس کے ساتھ تم نے بدسلوکی کی۔ دشمن کے ساتھ ملنا اور ہمسایہ سے بدسلوکی کرنا یہ کمینے آدمی کا کام ہے۔ کسی شریف کا نہیں۔

تمہیں معلوم نہیں کہ شریف ہمسائے کیا کہا کرتے ہیں۔ اگر کوئی بات ہو جائے تو شریف کہتے ہیں کہ چلو جی اس نے کوئی بات کہہ دی ہے تو میں نہیں کہتا۔ کیونکہ وہ آخر میرا ہمسایہ ہے۔ کیا تمہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ جو کسی کے لئے کنواں بناتا ہے' گرتا اس میں وہ خود ہی ہے۔ کیا ابھی نہیں سمجھے وہ ہتھیار تمہارے کام نہ آئے' وہ اسلحہ تمہارے کام نہ آیا۔ اور آگے چل کر دیکھو کہ تمہارے کام کچھ نہیں آئے گا۔ انشاءاللہ

تم بت پرست تھے... تمہاری نگاہ ٹینکوں پر تھی... تم گائے کی دم پوجنے والے تھے... تمہاری نگاہ ہوائی جہازوں پر تھی... تمہاری نگاہ ان جہازوں پر تھی جو بمباری کرتے تھے... اور تمہاری نگاہ امریکہ پر تھی۔ ہماری نگاہ ٹینکوں پر نہ تھی بلکہ ٹینکوں کے بنانے والوں کے خالق پر تھی اور ہماری نگاہ امریکہ کے خالق پر تھی... اور اس خالق پر تھی جو مچھروں سے نمرود کو مرایا کرتا ہے۔ یعنی جس نے مچھروں سے نمرود کو.. اور بنی اسرائیل کے بے کس سے فرعون کو مروایا... اور جس نے ابرہہ اور اس کے لشکر کو ابابیلوں سے مروایا... وہی سچا خدا... انشاءاللہ بھارت اور اس کے ایجنٹوں کو پاکستان سے پٹوائے گا۔ (نعرہ ہائے تکبیر)

تم نے جھوٹ بولا چین کا ہوا دکھلایا اور امریکہ سے اسلحہ لیا۔ تم اگر ایمان دار ہوتے' پیٹتے یا پٹ جاتے وہ اسلحہ استعمال نہ کرتے جو جھوٹ بول کر امریکہ سے حاصل کیا۔ اس کو تم چین کے مقابلہ پر استعمال کرتے ہمارے مقابل استعمال نہ کرتے۔ لیکن سچ تو وہ بولے جس کا خدا سچا ہو۔

مسلم و ہندو کے خدا کا فرق

مسلمان وہ قوم ہے جنہیں خدا نے بنایا ہے۔ اور ہندو وہ قوم ہے جس نے اپنا خدا آپ بنایا ہے۔ ہندو اپنے خدا کو آپ بناتے ہیں۔ ہمیں پتہ ہے کہ وہ کیسے بناتے ہیں۔ ایک لمبا سا پتھر لے کر بنانے والا اس کے اوپر بیٹھتا ہے۔ ایک چھینی لے کر لوہے کی اور ایک ہتھوڑا لے کر' اور ہتھوڑے کو مار کر اپنے خدا کا کان بناتا ہے اور ناک بناتا ہے۔ اس کا ہاتھ بناتا ہے' اس کا پاؤں بناتا ہے' اس کا سر بناتا ہے۔ اور اگر ہتھوڑے کی چوٹ زیادہ لگ جائے' کان ٹوٹ جائے تو خدا ٹوٹ گیا۔ پھر اور بناتا ہے اور خدا کو بنانے کے بعد اسے کھڑا کر کے اس کے سامنے سجدہ کرتا ہے' اور کہتا ہے کہ فتح تو دے۔ تم اس سے فتح مانگتے ہو جس کو تم نے بنایا ہے۔ ہم اس سے فتح مانگتے ہیں جس نے تمہیں بھی بنایا ہے اور ہمیں بھی بنایا ہے۔

(مولانا نے تقریر کو بند کرنا چاہا۔ مگر عوام نے مولانا کو تقریر جاری رکھنے پر مجبور کر دیا۔) اچھا جی! ایک واقعہ یاد آگیا :

قادر پور راواں ملتان کا ایک قصبہ ہے۔ وہاں ایک عالم گذرے ہیں بہت نیک تھے۔ مولانا عطا محمد صاحب ان کا نام تھا۔ میں ان کے ہاں ایک دفعہ مسجد میں بیٹھا تھا۔ انہوں نے ایک قصہ سنایا۔ ایک آدمی وہاں وضو کی جگہ بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے کہا کہ یہ آدمی دیکھا ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ انہوں نے کہا' اس نے ایک واقعہ سنایا اور کہنے لگے :

ہمارے محلے میں ایک شخص ہے۔ اس کی بیوی فوت ہوگئی۔ انہی دنوں لوگ مسجد میں فاتحہ خوانی کے لئے بیٹھے ہوئے تھے۔ جیسے یار دوست ہمسائے اہل شہر افسوس کے لئے آئے تھے۔ وہ جس کی بیوی مرگئی تھی وہ رو تا بہت تھا' وہ جس کا نام انہوں نے بتایا وہ پٹھان تھا' یہ جو ہمارے ہاں سردیوں میں آجاتے ہیں کام کرنے کے لئے۔ اس پٹھان نے کہا یہ رو تا کیوں ہے؟ کسی نے کہا اس کی بیوی مرگئی ہے۔ تو اس پٹھان نے قریب آکر کہا کہ فاتحہ پڑھیئے تو وہ پھر رونے لگا۔ پٹھان نے کہا کہ بھائی رو مت' آخر ہر کسی نے مرنا ہے' سب دنیا چلی جائے گی' اللہ اسے بخشے۔ صبر کا ثواب بہت زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن وہ رونے سے نہ ہٹا تو پٹھان کو غصہ آیا اور اس نے کہا کہ تیرا ہی بیوی مرا ہے اور کسی کا نہیں مرا۔ پٹھان بالعموم جہاں تیرا کہنا ہو وہاں تیری کہتے ہیں اور جہاں تیری کہنا ہو وہاں تیرا کہتے ہیں۔ جب پٹھان نے غصے سے کہا تو اس شخص نے جواب دیا کہ میں بیوی کو نہیں روتا۔ اس نے کہا کہ بیوی کو نہیں روتا تو اور کس کو روتا ہے؟ اس نے کہا وہ دودھ پیتا ہوا بچہ چھوڑ گئی ہے' بچہ اس کی گود میں تھا۔ رو میں اس لئے رہا ہوں کہ میں بچے کا کیا کروں گا۔ ماں اس کی مرگئی ہے میں اس کی پرورش کیسے کروں گا۔

بس اتنا کہا تو پٹھان نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا' اٹھ ! میری بات سن وضو کرنے والی جگہ پر لے جا کر کھڑا کردیا۔ دیوار آگے اور کھیت پیچھے تھے دیوار ذرا چھوٹی تھی۔ اس نے کہا وہ دیکھ سامنے اونٹ چر رہے ہیں۔ نظر آتے ہیں' کہا جی ہاں۔ پٹھان نے کہا پیچھے جو لڑکا اونٹ چرا رہا ہے وہ نظر آتا ہے۔ اس نے کہا ہاں دیکھ لیا۔ پٹھان نے کہا' یہ میرا بیٹا ہے۔ انیس بیس سال کا لڑکا ہے۔ جب یہ پیدا ہوا اس سال یہاں ہم آئے تھے۔ جب گرمیاں آجاتی ہیں ہم واپس آجاتے ہیں۔ اونٹ پر میں بھی سوار تھا' میری بیوی بھی سوار تھی۔ قافلہ جارہا تھا' وہ امید سے تھی۔ آہستہ سے میری بیوی نے کہا کہ مجھے درد زہ شروع ہوگیا ہے۔ تو میں نے اونٹ قطار سے نکالا اور علیحدہ ایک جگہ بیٹھالیا۔ قافلہ آگے نکل گیا۔ میری بیوی اتری اور اترتے ہی بچہ پیدا ہوا اور وہ اترتے ہی یوں گری اور گرتے ہی مرگئی۔ اور کہا کہ میں نے گڑھا کھود کر بیوی کو اس میں ڈال کے اس پر مٹی ڈال دی اور لڑکے کو اٹھا کر اونٹ پر چڑھ کر میں چل پڑا۔ بچہ رو رہا ہے' ماں مرگئی ہے' دودھ ہے نہیں۔ کوئی دو چار میل وہ روتا گیا۔ میں نے سوچا مرتو اس نے بھی جانا ہے میں کیوں مصیبت میں پڑوں' دودھ نہیں ہے' سفر ہے گھر کیسے پہنچوں گا۔ میں نیچے اترا پہاڑ کے پاس گیا' چار پتھر رکھے اندر گھاس رکھا ایک چوڑا پتھر اوپر رکھا اور زندہ چھوڑ کر

چلا گیا۔

کہنے لگا کہ اگلے سال جب میں اس پہاڑ کے قریب سے گزرا تو بیوی یاد آئی اور بچہ یاد آیا اور وہ ساری بات یاد آگئی۔ دل میں ایک صدمہ سا ہوا اور میں رک گیا' رکا میں اس لئے کہ وہ جگہ دیکھوں پھر دل میں کہا کہ وہ بچہ تو مرگیا ہوگا۔ اب تو ہڈیاں ہوں گی۔ کسی جانور نے کھالیا ہوگا۔ تو قدم آگے اٹھا۔ بچے کی محبت نے کوئی ایسا جوش مارا کہ اور آگے جانے کو دل چاہا کہ میں دیکھ تو جاؤں۔ کہتا ہے کہ جب میں بچے کے پاس گیا تو بچہ زندہ تھا۔ معلوم ہوا کہ زندگی اور موت' عزت وذلت' نفع و نقصان کا اللہ مالک ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے لے آؤ اس میں جتنی کمی ہے' وہ میں پوری کردوں۔

حضور ﷺ نے مدینہ میں' مسجد میں' سجدہ میں دعائیں مانگیں ہوں کہ تھوڑوں کو لے جاکر میں جیت ہی نہیں سکتا تو کیا لیجانا ہے تھوڑوں کو تو ہی جتادے؟ ایسا نہیں کیا۔

نبی ہی ایک ایسی ذات ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی عادت کو صحیح جاننے والی ہوتی ہے۔ حضور ﷺ چونکہ سب نبیوں کے سردار تھے۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی عادت کو صحیح جانتے تھے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دے رکھا ہے وہ لے آؤں باقی وہ دیدیں گے۔ میں نہ لاؤں گا تو وہ بھی نہیں دیں گے۔ اور مانگا تو پھر کتنے ناز سے مانگا۔ دعا میں ایک ناز کا لفظ بولا' وہ حضور ﷺ ہی بول سکتے ہیں خدا کے سامنے۔ دنیا میں اور کوئی نہیں بول سکتا۔ یہ انہیں کا مقام ہے۔ کہا کہ :

"اے اللہ! میں یہ چھوٹی سی پارٹی لے کر آیا ہوں۔ اگر آج مدد نہ کی اور یہ پارٹی نہ رہی تو تو بھی جان لے کہ قیامت تک تیرا دنیا میں نام لینے والا کوئی نہیں رہے گا" یعنی اگر اس جماعت کو جو بڑی چھوٹی موٹی' بوڑھے' جوان' غریب مسکین' بھوکے جن کو میں لے کر آیا ہوں۔ اگر تو نے آج ان کی مدد نہ کی تو یاد رکھ' نام تیرا بھی کوئی نہیں لے گا۔ یہی تیرا نام لینے والے ہیں ایسا ناز کا لفظ اللہ تعالیٰ نے برداشت کرلیا' غصے نہیں ہوا۔ کیونکہ اپنے پیاروں پر اللہ غصے نہیں ہوا کرتا۔

تو میرے اللہ کی عادت یہ ہے کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ لے آؤ۔ باقی میں پورا کردوں گا۔ پھر

فرماتے ہیں کہ :

"اور دیتا ہوں' اور اگر کوئی یہ کہدے کہ اللہ تعالیٰ! تو اور بھی تو دے سکتا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ ایسوں کو میں دیا ہی نہیں کرتا جن کو میں دے دوں اور وہ میرے راستہ میں خرچ نہ کریں۔"

ایک اور بات جو دراصل اس کی شرح ہے

حضرات صوفیاء کرام کی اصطلاح میں اس کا نام توکل ہے۔ حضور ﷺ کی خدمت میں ایک شخص آیا۔ اس کی حاضری کے بعد آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کہاں سے آیا ہے۔ اس نے کہا کہ فلاں ملک سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پیدل آئے ہو یا سواری ہے۔ اس نے کہا کہ سواری ہے۔ فرمایا کہ سواری کہاں ہے۔ جواباً" عرض کیا کہ باہر۔ فرمایا کہ کس کے پاس چھوڑ کر آئے۔ اس نے کہا کہ توکل پر۔

تو حضور ﷺ نے اس کو سمجھایا کہ اونٹ کا گھٹنا رسی سے باندھ لے پھر کہے کہ اللہ تیرے سپرد ہے۔ گویا توکل اس کا نام ہے کہ جو کر سکتا ہے وہ کر اور جو نہیں کر سکتا اللہ پر سہارا کر۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نئے متوکل کا واقعہ لکھا ہے کہ ایک درویش نے سوچا کہ کسی سے مانگ کے نہیں کھانا خدا خود دے گا تو کھاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے سوچا کہ جلدی دیدیا تو امتحان نہ ہوا۔ کچھ دیر نہیں دیا دیکھوں تو سہی کہ توکل ہے کتنا۔ ایک دن فاقہ دو دن فاقہ تین دن فاقہ۔ غرض سات دن گذر گئے فاقہ ہی فاقہ۔ اب جان نکلنے کو آ گئی کہ اٹھ بھی نہیں سکتا تھا۔ کبھی دل میں سوچے کہ مانگ لے چھوڑ اس توکل کو۔ ہم نے تو سوچا تھا کہ کمانا نہیں پڑتا۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ دیتا ہی کچھ نہیں ہے اور کبھی وہ سوچتا کہ توکل کیا ہے کچھ تو حیا کر۔ وہ کشش وپنج میں تھا۔ نیم دروں نیم بیروں۔ جب بہت ہی جان نکلنے لگی تو دل میں خیال آیا کہ آخر توکل کیا ہے کہ جان نکلتی ہے تو نکل جائے توکل نہیں چھوڑتا۔ بس اس نے یہ کہا کہ اتنے میں ایک آدمی آیا۔

یہ متوکل دہلی کی جامع مسجد میں بیٹھا تھا۔ ایک آدمی آیا اور ایک ٹرے پلاؤ گرم کی بھری ہوئی لایا اور آواز دی کہ کوئی درویش ہے۔ کوئی ہی نہیں۔ اس نے پھر کہا' ارے بھائی کوئی درویش ہے۔ وہ ایک آدمی بیٹھا۔ اس نے کہا کہ یہ تو درویش کو کہتا ہے تجھے تو کہتا ہی نہیں۔ اس لئے میں کیسے بولوں۔

اس نے اس سے کہا کہ او میاں تو کون ہے۔ اس نے کہا' میں مسافر ہوں۔ اس نے کہا' یہ لے روٹی۔ اس نے روٹی لے لی' اور کھانے بیٹھ گیا۔ چونکہ کھانا بہت زیادہ تھا اس نے پیٹ بھر کے کھالیا وہ ختم نہ ہوا اور بچ گیا۔ تو اس نے دل میں یہ سوچا کہ یہ رکھ لوں۔ شاید کل اللہ میاں نہ دے۔ پھر دل میں خیال آیا کہ پہلے سات دن نہیں ملا اور اب رکھ لوں تو یہ توکل کے خلاف ہے۔ پھر اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ پہلے سات دن نہیں ملا اور شاید چودہ دن نہ آئے۔ گویا کبھی کہے کہ رکھ لوں اور کبھی کہے کہ نہ رکھوں۔ آخر دل میں خیال آیا کہ رکھنا توکل کے خلاف ہے' اسے واپس کردے۔ دروازے سے باہر آیا اور کہا کہ کوئی فقیر ہے۔ ایک فقیر نے جواب دیا کہ جی ہاں۔ اس نے کھانا اس کے حوالے کردیا۔ یہ چاول وغیرہ دے کر کھڑا ہی تھا کہ ایک مجذوب اور آیا بھائی! اولیاء اللہ کی کئی قسمیں ہیں۔ ان میں ایک قسم مجذوب کی ہے اور مجذوب کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ

وہ مقبول بڑے ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے پیچھے لگنے کی مجھے اور آپ کو اجازت نہیں ہے۔ ہمیں سالک کے پیچھے لگنے کا امر ہے۔ مجذوب کے پیچھے لگنے کا حکم نہیں ہے۔ وہ خود اللہ کے مقبول ہوتے ہیں۔ اس بحث میں پڑنے سے تقریر رہ جائے گی۔ وہ مجذوب جامع مسجد کے دروازے سے گذر تا گیا۔ آپ حضرات کو معلوم ہے کہ بعض مجذوب گالیاں بھی دے دیا کرتے ہیں۔ وہ مجذوب (متوکل کو مخاطب کر کے) کہنے لگا :

”سالے بچ گیا(چلتا بھی جا رہا ہے اور کہتا بھی جا رہا ہے کہ) سالے بچ گیا۔ سالے بچ گیا۔ کھانا واپس کردیا بچ گیا۔ ورنہ فیصلہ ہوچکا تھا کہ اگر رکھ لے گا تو ساری عمر بھوکا ماردیں گے کھانا کبھی نہیں دیں گے۔ “

اسلام کی فطرت یہ ہے کہ جو اس نے دے رکھا ہے وہ تو دیدے اور باقی اس پر توکل کر‘ وہ پورا کردے گا۔ دیکھئے بھائی ! چلتا پانی اس میں بدبو پیدا نہیں ہوتی۔ اور کھڑے پانی میں‘ چاہے تالاب کتنا ہی زیادہ ہو بدبودار ہوجاتا ہے۔

قربانی کا صلہ

دنیا میں جتنے جانور ہیں ان میں ایک بکرا بھی ہے اور کتا بھی ہے۔ کتیا بچے بہت دیتی ہے اور بکری بچے کم دیتی ہے۔ کتیا تھوڑی تھوڑی مدت کے بعد بچے دیتی ہے اور بکری اس سے زیادہ مدت کے بعد بچے دیتی ہے۔ بکری ایک یا دو اور کوئی بہت ہی بھلی قسمت والا ہو تو اس کی بکری تین بھی دیتی ہے۔ اور کتیا شروع چھ سے ہوتی ہے۔ کتیا بچے زیادہ دیتی ہے اور بار بار جنتی ہے۔ تھوڑی تھوڑی مدت کے بعد دیتی ہے۔ اور بکری تھوڑے جنتی ہے اور اس سے زیادہ مدت کے بعد جنتی ہے۔

لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ علماء کا وعظ ہو تو بکری ذبح ہوتی ہے۔ مریدوں کے ہاں پیر صاحب آئیں تو بکری ذبح ہوتی ہے۔ کسی کے لڑکی پیدا ہو تو ذبح وہی ہوتی ہے۔ کسی کے لڑکا ہو تو ذبح وہی ہوتی ہے۔ پولیس دورے پر آجائے تو ذبح وہی ہوتی ہے‘ شادی میں وہی ذبح ہوتی ہے۔ ولیموں پر ذبح وہی ہوتی ہے۔ عقیقوں پر ذبح وہی ہوتی ہے اور امیروں کے روز کھانے کے لئے ذبح وہی ہوتی ہے۔ اور جو گورنمنٹ نے کہدیا کہ دو دن ناغہ‘ دو دن سے پہلا دن جو ہوتا ہے تو دوگنا گوشت لیتے ہیں اور وہی ذبح ہوتی ہے۔ لیکن دنیا کا کوئی ذبح کرنے والا بکرے کی نسل کو ختم نہیں کرسکا۔ ہزار ہزار کا ریوڑ چلتا رہتا ہے۔ دس ہزار کے ریوڑ چلتے ہیں۔ جنگلوں میں کوئی دنیا کی طاقت بکروں کو ذبح کرکے ختم نہیں کرسکی۔

کتے‘ نہ فقیر کے آنے پر ذبح ہوتے ہیں اور نہ امیر کے آنے پر ذبح ہوتے ہیں۔ نہ پیر کے آنے پر اور

نہ ہی پولیس کے آنے پر ذبح ہوتے ہیں۔ نہ ولیموں میں‘ نہ لڑکی کے پیدا ہونے پر‘ نہ لڑکے کے پیدا ہونے پر۔ دعوت میں کوئی بھی ذبح نہیں کرتا۔ لیکن دنیا میں کتوں کے ریوڑ چرتا آج تک کسی نہیں دیکھا۔ کیونکہ کتی کے بچے نے قربانی نہیں دی۔ بکری کے بچے نے قربانی دی۔ وہ بڑھا اس کی نسل کو دنیا میں کوئی ختم نہ کرسکا۔

مسلمان قوم قربانی دینا جانتی ہے۔ دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی ذبح کریں تب بھی مسلمان بڑھے گا۔ اسے کوئی ختم نہیں کرسکتا۔

مسلمانوں کا جذبہ قربانی

میں کاشتکار کا بیٹا ہوں میرے والد ہل چلاتے تھے۔ میں نہ پیر کا بیٹا ہوں‘ نہ کسی امیر کا بیٹا ہوں‘ نہ کسی وکیل کا بیٹا ہوں۔ میرا باپ ان پڑھ تھا۔ اس لئے کاشت کاری کے اصول جانتا تھا۔ کھاد اچھی ڈالی جائے تو زمین آمدنی زیادہ دیتی ہے۔ اعلیٰ زمین ہو اور کھاد سے محروم ہو آمدنی کم دیتی ہے۔

یعنی زمین ردی قسم کی ہو اس میں محنت کی جائے اس میں کھاد ڈالی جائے‘ چاہے کھاد ولائتی ہو چاہے گھر والی گوبر کی کھاد ہو‘ وہ بھی کھاد‘ وہ بھی کھاد۔ بس زمین میں کھاد پڑتی ہے۔ ردی زمین بھی فصل اچھی دیتی ہے۔ جس میں کھاد نہیں پڑتی وہ فصل اچھی نہیں دیتی۔

ہر چیز کی کھاد ہے۔ ایک زمینوں کی کھاد ہے‘ ایک قوموں کی کھاد ہے۔ قوموں کی کھاد ہے نوجوانوں کا خون۔ جس قوم کے نوجوان خون نہیں دیتے اس کی پیداوار نہیں بڑھتی۔

مسلمان قوم ملت کے لئے خون دینا جانتی ہے‘ اس لئے اس کی نسل بڑھے گی۔

جیسا کہ محاورہ ہے کہ زمین گول ہے۔ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ ایک زمانہ میں نے دیکھا اپنی آنکھوں سے کہ ہم اپنے نوکروں کو ملازم کرتے وقت کہتے تھے کہ اتنا کپڑا دیں گے اتنے دانے دیں گے۔ دیہات میں یہ تنخواہ ہوتی تھی۔ ہم جو قمیض دیتے تھے‘ آدھی آستینیں ہوتی تھیں اور اتنا لمبا بھی نہ ہوتا تھا۔ اس زمانے میں مزدوروں اور نوکروں کو جو ہم دیتے تھے۔ زمانہ بدلا تاریخ بدلتی گئی۔ اور وہ چولا اب شرٹ کے نام سے ہر جج ہر افسر نے گلے پہنا ہوا ہے۔ صرف نام ہی بدلا ہے۔ ہم اس کو پھتوئی کہتے تھے‘ تم اس کو شرٹ کہتے ہو۔ اور میں نے آنکھوں کے سامنے جوتے کی نوک یہ بدلتی ہوئی دیکھی‘ جب میں دیوبند سے پڑھ کر آیا ہوں‘ اور جب یہ چوڑی ہوئی تو بڑی خوشی سے کہتے کہ رواج بدل گیا۔ پھر چھوڑ کر بند پنڈلی والے آگئے۔

دنیا میں قاعدہ یہ ہے کہ پچھلی رسومات ہر آنے والے زمانہ میں مقبول ہوجاتی ہیں۔ پچھلے لوگوں نے چھوڑ دیئے ہوتے ہیں لباس میں تغیرات ہوجاتے ہیں۔ تو آپ اگر دنیا کی تاریخ کا مطالعہ کریں گے تو پچاس سال

ساٹھ سال پہلے جو چیز رائج تھی اور لوگوں نے چھوڑ دی یہ اب اسے پسند کریں گے میں یوں تو نہیں کہتا کہ مجھ میں ادب زیادہ ہے اللہ والوں کا۔ یوں تو نہیں کہتا کہ صحابہ کرام ؓ والی بات ہوگی آج۔ پر یوں کہتا ہوں کہ جو طرز عمل چل رہا تھا۔ بیچ میں پچاس سال کا خالی زمانہ آگیا تھا آج پھر اینٹ لگ گئی ہے۔

جنگ عظیم

جنگ عظیم سے لے کر مسلمانوں نے آج تک کوئی بات ایسی نہیں کی تھی۔ پچھلی لڑی حضرت عمر ؓ سے لے کر چلی تھی' اور بیچ میں زمانہ خالی تھا۔ ترکوں کی بہادری کا زمانہ۔ مسلمانوں میں نہ دیکھا گیا۔ وہ بیچ میں ہمارے پچاس سال کا زمانہ خالی تھا۔ ہمارے نوجوانوں نے پر کردیا۔ انہوں نے اتنا بتا دیا کہ اسلام سچا مذہب ہے۔ میں تو یوں کہتا ہوں کہ اس لڑائی میں اسلام کی صداقت نے مخالفوں کے منہ پر ایک طمانچہ مارا۔

جو اسلام کی صداقت کے قائل نہ تھے یا یہ کہتے تھے کہ اسلام کی تاریخ میں یہ فرضی قصے تھے۔ محاذ جنگ کے ان واقعات نے ان کے کان پکڑ کر سنوادیا۔

غسان کے بادشاہ سے جنگ

حضرت خالد ابن ولید ؓ کو حضرت ابوعبیدہ ؓ نے یہ فرمایا۔ :

"جبلہ ابن غسان کا بادشاہ تین لاکھ کا لشکر لے کر مسلمانوں کے مقابلہ میں آیا ہے۔ ساٹھ ہزار فوج اس کی سامنے آچکی ہے۔ اور مقدمتہ الجیش کا وہ سالار ہے اور باقی تین لاکھ فوج میں سے تقریبا" اڑھائی لاکھ پیچھے محفوظ ہے۔ آج جنگ کا کیا طریقہ ہونا چاہیے۔ جبکہ ہمارے پاس صرف ۳۵ ہزار ہے۔ " حضرت خالد ؓ نے عرض کی کہ آپ امیر ہیں جو حکم ہو۔ انہوں نے کہا کہ میں مشورہ پوچھتا ہوں۔ حضور ﷺ کا حکم ہے کہ مشورہ کرلیا کرو۔ ان کی تین لاکھ فوج ہے۔ ساٹھ ہزار وہ آگے ہیں' باقی پیچھے ہیں۔ اور ہماری ساری فوج پینتیس ہزار ہے جو ان کی پہلی کمپنی کے برابر بھی نہیں بلکہ آدھی ہے۔ تو حضرت خالد ؓ نے مسکرا کر کہا کہ :

"صحیح تو وہی ہوگا' جو آپ حکم دیں گے۔ چونکہ آپ مجھ سے پوچھتے ہیں۔ میں مشورہ دیتا ہوں کہ آپ ساٹھ آدمیوں کو مورچے پر بھیج دیں۔ باقی پیچھے محفوظ کرلیں"

ساٹھ ہزار کے مقابلے میں صرف ساٹھ ۔ یہ غسان کا بادشاہ ساٹھ ہزار لایا تھا۔ غالبا" یہ جنگ یرموک

کا واقعہ ہے۔ تو مورخ لکھتا ہے' کہ ساٹھ ہزار کے مقابلے میں ساٹھ تھے اور سورج کے غروب ہونے سے پہلے پہلے ساٹھ ہزار کے لشکر کو ساٹھ آدمیوں نے بھگا دیا۔ تاریخ نے اپنے آپ کو دہرا دیا اور یہ ثابت کردیا کہ تاریخ اسلامی پر غلط واقعات کا کوئی الزام نہیں لگا سکتا۔ کہ یہ کہانیاں لکھ دیں۔ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ کہانیاں فرضی ہیں۔

وہ یورپ جو مسلمانوں کا اصلی اور ابدی دشمن ہے' ان کو ثابت کردیا' ہماری فوج کے جوانوں نے' کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات سچے تھے۔ اگر یہ چودہ سو سال نبی علیہ السلام سے دور ہونے کے باوجود پھر بھی ہم میں ایمان واسلام کی خاطر جذبہ جہاد موجود ہے تو جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں کے ساتھ دیکھا تھا' ان میں کیا کچھ موجود نہ ہوگا۔ ان مجاہدوں نے قرآن کی صداقت کو ثابت کردیا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو سچا ثابت کردیا اور ہماری گذشتہ تاریخ کو صحیح ثابت کردیا۔

آج امریکہ کا پریذیڈنٹ اور سلامتی کونسل کے لوگ اور یو این او کے لیڈروں کو (کفن چوروں کی پارٹی) یہ سب کو آج ماننا پڑے گا کہ وہ نبی کی سنت بھولے ہوئے' طرز بھولے ہوئے' وہ نہ صرف زندگی بھولے ہوئے نبی کی بلکہ ہر چیز بھولے ہوئے۔ نہ صرف بھولے ہوئے بلکہ ہر سنت چھوڑے ہوئے' چونکہ ان کے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ابھی باقی تھا۔ وہ آگ کا سارا چولہا ہی راکھ ہوچکا تھا اور سرد ہوچکا تھا' ایک انگارہ اس میں ابھی سلگ رہا تھا۔ تھوڑا سا ہوا کا جھونکا آیا تو وہ شعلہ بن گیا۔

جب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے خط لکھا حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو مصر سے شام کی چھاؤنی میں کہ :

"عیسائیوں نے میرے ساتھ غداری کی ہے (یہ پہلے ہی غدار تھے) صلح کے دن حملہ کیا۔ میری فوج بہت ساری شہید ہوگئی۔ میری مدد کے لئے فوج بھیج دیں۔ "

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ میں مشورہ ہوا' تو فیصلہ ہوا کہ چار ہزار آدمی بھیج دو۔ راستہ میں جنگل تھا' بہت لمبا۔ اس زمانے میں سب سے زیادہ انتظام پانی کا کرنا پڑتا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ "خالد! آدمی تو میں چار ہزار بھیج دیتا ہوں لیکن پانی کا کیا بنے گا کیونکہ بہت لمبا جنگل ہے" تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ :

"اچھا چار ہزار کی جگہ صرف چار آدمی بھیج دیں' جو وہاں جاکر چار ہزار کا کام دیں۔ "

اور یہ واقعہ ہے کہ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے یہ تجویز پیش کی تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے قبول فرمالی۔ اور دریافت کیا کہ وہ کونسے چار ہیں مسلمانوں میں' جو چار ہزار کے مقابلہ پر تل سکیں اور وزن میں ان کے برابر

ہوں تو حضرت خالد ؓ نے تین اپنے دوستوں کا نام لیا اور چوتھا اپنا نام لیا۔ اور واقعتاً" پھر یہ چاروں ہی گئے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ زمین گول ہے اور تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے زمانہ ایسا ہے جیسے کنواں چل رہا ہو۔ اس کا چکر چل رہا ہوتا ہے۔ جو لوٹا پانی کا جاتا ہے کچھ دیر کے بعد پھر آجاتا ہے۔ جو جاتا ہے پھر وہی آجاتا ہے۔ تو جنگ عظیم میں وہ ترکی کے بہادر جنہوں نے اپنے ملک کو انگریزوں سے بچایا تھا' جتنا بھی بچایا تھا انہوں نے۔ اس کے بعد مسلمانوں میں پچاس سالہ تاریخ خالی تھی' الحمد للہ وہ پھر پر ہو گئی۔ اور انشاء اللہ وہ ہمیشہ پر ہوتی رہا کرے گی۔

ایک اور بات کہتا ہوں

پہلی جنگ عظیم کے بعد حکومت برطانیہ سمندروں کی رانی کہلاتی تھی اور اب بیوی بھی نہیں رہی۔ دیکھا میرے اللہ میاں کا کام... جن کی حکومت میں چوبیس گھنٹے سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔ انشاء اللہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ سورج طلوع نہیں ہوگا۔

بھارت کے درندو اور انسانیت کے دشمنو ! تم ان پر سہارا کرتے ہو جو کل ڈوبے' جو پرسوں ڈوبے۔ زمانہ بدلتا ہے اور بدلتا رہے گا۔ دنیا کے مورخ نے ان لوگوں کو دیکھا جو رات کو جیل میں تھے صبح کو تخت پر تھے اور جو رات کو تخت پر تھے صبح کو پھانسی پر تھے۔ اگر میرا اللہ تخت نشینوں کو صبح پھانسی پر لٹکا سکتا ہے۔ اور جیل کی کوٹھڑی میں جون جولائی میں سڑنے والوں کو سلطنت دے سکتا ہے تو پاکستان کے مسلمانوں کو کامیاب اور ہندوؤں کو ذلیل کر سکتا ہے۔ کیونکہ ہم گنہگار تو ہیں لیکن ہیں تو اسی کے۔

ایک اور بات

فرمانبردار نوکر۔ نافرمان بیٹا۔ یہ زمیندار جو مرجائے جس کا وہ نوکر فرمانبردار تھا۔ کوئی ہے دنیا میں تحصیلدار ایسا کہ اس نوکر کے نام ساری زمین انتقال کردے۔ کوئی ہے ایسا قانون کہ یہ نوکر فرمانبردار تھا' اس کے نام انتقال کردو۔ انتقال تو باپ کی جائیداد کا بیٹے ہی کے نام ہوگا چاہے یہ نافرمان ہی تھا۔

چاہے ہم کتنے ہی گئے گذرے مسلمان ہیں۔ انتقال نبی ﷺ کی محبت کا ہمارے ہی نام ہوگا چاہے ہم جیسے ہیں۔ اگر کوئی رشوت لے کر بھی دے تو تب بھی رفیع شاہ پٹواری کی طرح جیل جائے گا۔ تم نے کیسے سمجھا کہ تم جیتے ہو۔ میرے خدا کی خدائی میں' ہم اس کے ہیں۔ ہم کتنے ہی نالائق ہیں انتقال وراثت کا ہمارے ہی نام ہوگا۔

اپنا اپنا خیال ہے بھائی کسی کو میٹھا اچھا لگتا ہے کسی کو نمکین اچھا لگتا ہے۔ میرے نزدیک لڑائی کے سترہ دنوں میں ہم مشکل میں نہیں تھے جتنے بعد میں۔ جب ہمارا کیس یو این او کے پاس گیا کہ اب ہم خطرے میں ہیں۔ کیوں؟ اس وقت کیا تھا میدان جنگ میں۔ ہماری بہادری پر اللہ کی رحمت تھی۔ اور اس وقت کیا بات ہے۔ قلم در کف دشمن است۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کے سامنے زیادہ رونے کی ضرورت ہے اس وقت زیادہ دعاؤں کی ضرورت ہے۔ اس وقت زیادہ چوکنے رہنے کی ضرورت ہے۔ حقیقت میں محمد ایوب خان نے ٹھیک کہا کہ ہماری جدوجہد ابھی ختم نہیں ہوئی۔ ہمارا سفر ابھی ختم نہیں ہوا۔ ہمارا کیس اقوام متحدہ میں چلا گیا۔ میں اس کی تائید کرکے کہتا ہوں کہ ہم اور مصیبت میں ہیں۔ اس لئے کہ جو کوششیں ہم نے جنگ کے دنوں میں جاری رکھی ہیں وہ ہماری جاری رہنی چاہییں۔ یہ کوششیں پہلے سے زیادہ ہوگئیں تو انشاء اللہ کامیابی ہماری ہوگی۔

میں نے قرآن مجید کی ایک آیت پڑھی تھی۔ ترجمے کی طرف آکر اپنے مضمون کو سمیٹتا ہوں۔ میرے اللہ نے، چونکہ میرا اللہ پر یقین ہے اس لئے میں کسی کی بات کیوں کروں؟ میرے اللہ نے مسلمانوں کو جنگ جیتنے کا اصول بتا دیا۔ فرمایا ” دو اصول اختیار کرلینا یا دو شرطیں پوری کردینا، دو باتوں پر پکے رہنا تو فتح تمہاری ہوگی۔ “

حضور ﷺ کی پیش گوئی

کوئی بات مرزائی کے غلط ہوسکتی ہے۔ صدر ایوب خان اس وقت ہمارے پریذیڈنٹ ہیں۔ وہ کوئی بات کہیں غلط ہوسکتی ہے۔ لیکن اللہ کی بات تو غلط نہیں ہوسکتی۔ خدا تو درکنار حضرت عمرؓ نے جبکہ ان کے پاس فارس کے خزانے آئے تھے اور ایک میدان میں اونٹوں سے اتار کر مال کی ڈھیریاں لگوادی تھیں۔ جب ان کو دیکھا تو دیکھ کر پوچھا ”کون لایا ہے یہ مال“؟ ایک سپاہی آیا۔ اس نے کہا ”میں لایا ہوں“ حضرت عمرؓ نے فرمایا ”باقی مال بتاؤ کہاں ہے“؟ آپ ایسے پوچھ رہے تھے جیسے کہ آپ وہاں مال دیکھ کر آئے ہیں۔ اس سپاہی نے کہا ”اور کون سا؟ اور کوئی نہیں ہے“ پھر جاکر آپ نے ساری ڈھیریوں کو دیکھا۔ پھر فرمایا ”سارا مال نہیں آیا۔ بتاؤ اور کہاں ہے“؟ اس نے کہا ”جی میرے پاس کچھ نہیں یہی اونٹ تھے لدے ہوئے۔ یہ سب بیٹھے ہوئے ہیں۔ سامان اتار دیا۔ بورے کھول دیئے“ ۔ تیسری دفعہ پھر گئے اور واپس آکر فرمایا :

”میں تجھے سچا سمجھوں یا اپنے پیغمبر ﷺ کو۔ تیری بات پر اعتبار کروں یا اپنے رسول ﷺ کی بات پر۔

حضور ﷺ کی آواز اب تک میرے کانوں میں گونج رہی ہے کہ حضور ﷺ نے سراقہ ابن مالک کو کہا تھا' سراق فارس فتح ہوگا اور فارس کے خزانے مدینے آئیں گے۔ ان میں سونے کے کنگنوں کی جوڑی ہوگی۔ جب مال غنیمت تقسیم ہوگا وہ جوڑی تیرے حصے میں آئے گی۔ (فرمایا) دنیا کی بات غلط ہو سکتی ہے۔ میرے پیغمبر ﷺ کی بات میں غلطی نہیں ہو سکتی۔ بتاؤ وہ سونے کے کنگنوں کی جوڑی کہاں ہے؟"

اب وہ کانپ گیا کہ مجھ پر الزام آیا اور میں کیسے بری ہوں۔ اتنے میں ایک اونٹنی سوار آیا۔ سانڈھنی اس کی اونچی آواز کر رہی تھی وہ تیز آ رہا تھا۔ وہ جلدی سے اتر کر آپ کے قریب آیا اس نے چادر اتاری اور کھول کر کے کنگنوں کی جوڑی آپ کے حوالے کر دی اور کہا "باقی مال اس سے پہلے سپاہی کے سپرد ہوا تھا۔ ایک جوڑی میرے سپرد ہوئی وہ میں لے کر آیا ہوں۔ "

اگر میرے نبی ﷺ کی بات غلط نہیں ہو سکتی اور جو غلط ہونے کا یقین کرے اس کا ایمان نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی بات کیسے غلط ہو سکتی ہے؟ ۔

عام مرتد اور شاتم رسول میں فرق

میں اہل سنت ہوں۔ اپنے عقیدے کی بات کرتا ہوں۔ ہمارے ہاں ہوتا ہے ایک علم فتویٰ۔ ہمارے فتویٰ کے علم میں لکھا ہے۔ کوئی آدمی اسلام ترک کر دے' چھوڑ دے اسے مرتد کہتے ہیں اس کی سزا بھی قتل ہے اور جو کسی نبی کو گالیاں دے اس کی سزا بھی قتل ہے۔ لیکن مرتد توبہ کر لے تو قتل نہیں کیا جائے گا۔ توبہ قبول کر لی جائے گی۔ نبی کو گالی دے تو قتل کیا جائے گا توبہ قبول نہیں ہو سکتی۔ ہاں میں اپنی بات کر گیا۔

میرے اللہ نے فرمایا جب تم دو شرطیں پوری کرو گے فتح ہوگی اگر ہم نے وہ شرطیں پوری کیں اور فتح نہ ہو تو سمجھ لینا کہ ان شرطوں میں سے ہم سے کوئی کمی رہ گئی ہے۔ یہ یقین رکھنا کہ اگر ہم نے دو شرطیں پوری کردیں تو یقیناً "فتح ہماری ہوگی۔ خدا کی بات غلط نہیں ہو سکتی۔ اگر ہم سمجھیں کہ ہم نے شرطیں پوری کیں اور فتح نہ ہوئی تو یہ نہ کہنا کہ اللہ کی بات سچی نہ ہوئی۔ بلکہ یہ کہنا کہ ہم سمجھے تھے کہ ہم نے شرطیں پوری کردیں۔ لیکن فتح نہ ہوئی تو کوئی نہ کوئی شرطوں کے پورا کرنے میں کوتاہی ضرور ہے۔

وہ کونسی دو شرطیں

"یاایھاالذین امنو اذالقیتم فئۃ فاثبتوا واذکروا اللہ کثیرا لعلکم

تفلحون" ۔ : کہ اے ایمان والو ! اے مجھ پر یقین کرنے والو ! اے میرا اعتبار کرنے والو ! یعنی جو اس پر اعتبار کرے' اس کی مدد کرتے ہیں۔ بے اعتبار کی وہ بھی مدد نہیں کرتے مجھ پر یقین کرنے والو جب تمہاری دشمن کے ساتھ مڈبھیڑ ہو جائے تو پہلی بات یہ ہے کہ فاثبتوا قدم جمائے رکھیو۔ گردن کٹ جائے قدم پیچھے نہ ہٹانا۔ جان جائے تو جائے قدم پیچھے نہ ہٹانا۔ دوسری شرط یہ فرمائی واذکروا اللہ کثیرا مجھے آواز دینا۔

اس کی ایک مثال دیتا ہوں۔ فرض کیجئے کہ ایک منٹ کے لئے دولت دروازے سے دہلی دروازے جا رہا ہوں (ملتان کے دو دروازوں کے نام ہیں)۔ یہ واقعہ نہیں بلکہ فرضی مثال ہے۔ اور جب مخدوم سجاد حسین صاحب کے مکان کے قریب پہنچا' تو سامنے سے ایک دشمن آیا۔ میں بوڑھا تھا' وہ طاقت ور تھا۔ وہ میرے ساتھ لڑ پڑا۔ اور مخدوم صاحب کو پتہ چلا اور فرمایا خدا کے بندے میں جو اندر بیٹھا تھا۔ مجھے آواز کیوں نہیں دی۔

دوست کہا کرتے ہیں کہ میں اندر بیٹھا تھا مجھے آواز کیوں نہیں دی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب دشمن سے مقابلہ ہو جائے تو ثابت قدم رہو۔ ڈٹ جاؤ۔ دشمن سے مقابلہ کرو۔ طاقت ور ہو تو بھی مجھے یاد رکھو اور اگر بے طاقت ہو تو "واذکروا اللہ" مجھے یاد رکھو اور ساتھ یہ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی عادت یہ ہے کہ اس موقعہ پر مجھے بار بار بلاؤ۔ وہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ میرا بندہ میرے ساتھ کتنا تعلق رکھتا ہے۔ ہمسایہ ایک دفعہ ناراض ہو جائے تو کہتے ہیں کہ جانے دو۔ بیوی ایک دفعہ ناراض ہو جائے تو تین ماہ بلاتے رہتے ہیں بھئی ایک نے بھی نہیں کہا کہ جانے دو۔ یعنی جتنا کسی سے پیار ہوتا ہے اسے بار بار منایا جاتا ہے۔ تو اللہ میاں کہتے ہیں کہ مجھے ایک دفعہ نہیں بلکہ بار بار پکارو میں دیکھوں کہ میرا بندہ میرے ساتھ کیا معاملہ کرتا ہے۔ مجھے بار بار پکارتا ہے یا نہیں؟

" سعدی ؒ نے خوب قصہ لکھا ہے۔ ایک درویش رات کو تہجد پڑھتا اور صبح کو اسے اطلاع ملتی کہ تو بھی مردود اور تیری یہ عبادت بھی مردود۔ اگلے دن صبح کو پھر عبادت کرتا ہے پھر آواز آتی ہے کہ تو بھی مردود اور تیری عبادت بھی مردود۔ ہمارے جیسے مرید بھی تھے جو تہجد پڑھتے تھے۔ وہ ایک دن ساتھ کھڑے ہو گئے۔ اور ان سے کہا حضرت جی ساری رات تہجد پڑھتے ہو۔ ہمیں بھی سونے نہیں دیتے اور صبح کو آواز آتی ہے کہ تو بھی مردود اور تیری عبادت بھی مردود۔ اگر مردود ہی ہیں تو زندگی میں سو ہی لیں۔ دنیا میں تو آرام کر لینے دو۔"

جواب دیا صوفی صاحب (کیونکہ دین کی حقیقت کو صوفیاء نے سمجھا۔ کیا جواب دیا) اس نے کہا :

"میں روٹھ کر چلا گیا تو پھر کون ہے جو میری سنے۔ اس کے تو بندے بہت ہیں' اس کے پوجنے والے۔ میرا خدا کون ہے جس کو میں پوجوں۔ اس کے تو بہت سارے بندے موجود ہیں۔ اس کے دروازے پر آجائیں گے۔ اور میں اگر یہ دروازہ چھوڑ دوں تو کوئی اور خدا ہے جس کے دروازے پر جاؤں؟"

تو مجھے نہ ملے' میں تلاش کرتا رہوں گا
مانے نہ مانے' میں مناتا ہی رہوں گا

اگلی رات ہوئی پھر عبادت کی' تو صبح کو آواز آئی وہ آواز پہلے کی طرح نہ تھی۔ جو پہلے صبح کو آتی تھی۔ آج یہ آواز آئی جس کا ترجمہ یہ تھا۔

قبول است گرچہ ہنرنیست است
کہ جزما پناہ دیگر نیست است

کہ تیری آج کی عبادت ہم نے قبول کرلی ہے اور چاہے وہ ہماری شان کے لائق نہ تھی۔ اس قابل نہ تھی جتنی میری ذات بلند ہے۔ پر مان میں نے اس لئے لی کہ تیرا یقین ہے کہ میرے بغیر تیرا کوئی نہیں۔

بھلا وہ عورت بھی عزت والی ہے جو خاوند کے پاس ہو کے نہ رہے۔ آج اس کے پاس کل کسی کے پاس اور پرسوں کسی اور کے پاس۔ اصل قیمت اس کی ہے جو ایک کے سوا کسی دوسرے کی طرف نگاہ نہیں اٹھاتی۔

تو میرے اللہ میاں نے فرمایا واذکر واالله کثیرا جنگ میں جاؤ دشمن سے مقابلہ کرو۔ میدان میں پاؤں جماؤ' پاؤں کٹ جائیں پیچھے نہ ہٹو اور مجھے آواز دو اور بار بار آواز دو۔

ان دو باتوں پر پاکستان نے حالیہ جنگ میں عمل کیا۔ بہادر شہید ہوئے بھاگے نہیں۔ ادنی سپاہی سے لے کر ایوب خان تک' بڑے افسر سے لے کر چھوٹے افسر تک' بڑے آدمی سے لے کر چھوٹے تک' دیہات کے وہ لوگ جنہیں میدان جنگ کا پتہ ہی نہیں' بھارت کہاں ہے' کشمیر کہاں ہے؟ عورتیں رات کو مصلے پر اور بوڑھی مائیں سارا دن تسبیح پڑھتی رہیں۔ میرے بھائی یہ پولیس والے بیٹھے ہیں یہ بھی اگر وردی پہن رہے تھے تو اللہ کو کہہ رہے تھے۔ یا اللہ! تیری ہی لاج ہے۔ میں نے ان دنوں میں دو تین ضلعوں کا دورہ کیا۔ اس رات سے پچھلی رات تقریر کی تھی۔ اس سے پچھلا جمعہ میں نے یہاں نہیں پڑھا سکھر کے اے ڈی ایم صاحب نے آدمی بھیجا کہ میں ملتان کا جمعہ چھوڑ کر سکھر جاؤں۔ میں نے کئی مقامات کا دورہ کیا۔ میرا یہ یقین ہے کہ جس نے ساری عمر نماز نہیں پڑھی۔ لیکن اللہ کو وہ بھی یاد کرتا ہے۔ سپاہیوں نے مورچوں میں اللہ کو یاد کیا' افسروں نے عدالت میں خدا کو یاد کیا' سواریوں نے لاریوں میں خدا کو یاد کیا۔ میں نے کلینزوں اور ڈرائیوروں کو دیکھا کہ کہہ رہے تھے' انشاء اللہ اسلام ہی کامیاب ہوگا کسی نے کہا۔ میدان جنگ میں تو بھی چلے گا؟ اس نے کہا میں بھی چلوں گا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے۔ ملک بھر میں اللہ کا ذکر تھا۔ اللہ کی پکار تھی۔ اسے آوازیں دی جارہی تھیں۔ بلا تشبیہ کہتا ہوں۔

جب بچے نے کہا کہ ابا مجھے لڑ کا مارتا ہے۔ اس نے کہا میں آیا' جب بھارت پاکستان میں آیا' پاکستانیوں نے کہا اے اللہ! بھارت امریکہ سے اسلحہ لے کر آیا ہے۔ خدا نے کہا میں آیا۔ پاکستانیوں نے جب کہا' امریکہ کے جہاز ادھر سے ہو کر آئے۔ اللہ میاں نے کہا فکر نہ کرو میں پہنچا۔ خدا کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں یہ جو کچھ جنگ میں سامان اور قوت تھی ہمارے اختیار میں ہی نہیں تھی۔ ہمارے بس کی بات ہی نہیں تھی سپاہی ہمارے کھڑے تھے مگر اللہ کی مدد تھی۔ ان کے دلوں کو مضبوط کیا' ان کے ارادوں کو مضبوط کیا' ان کو قوت بخشی۔ یہ کس کا کام تھا میرے اللہ کا۔ میں ان تمام شہیدوں کو جو اس جنگ میں شہید ہوئے ہیں' انہیں یہ کہتا ہوں کہ خدا کی قسم تم کامیاب ہو گئے۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ اللہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ جب اسے قتل کیا گیا تو پھر اس نے آخری بار کہا مجھے کعبہ کے رب کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ وہ کامیاب ہوئے ہیں۔ میں ان کی ماؤں کو مبارک باد دیتا ہوں' میں ان نوجوانوں کی بیویوں کو مبارک باد دیتا ہوں اور جو ان کے ہاتھ میں ہتھیار تھے ان کو مبارک باد دیتا ہوں کہ تمہیں مبارک ہو... تمہیں فوج ایسی ملی کہ اللہ کے نام پر لڑ مرنے والی تھی۔

شاید آپ نے وہ بیان نہیں پڑھا۔ اس مائی کا جس نے کہا میں اللہ کے نام پر تین بچے دیتی ہوں۔ اس نے یاد تازہ کی۔ اس نے زمانے کو دہرایا۔ حضرت خنساء رضی اللہ عنہا نے یہ کہا تھا اپنے بچوں کو جبکہ اس کے چاروں بچے روٹی کھانے بیٹھے تھے۔ کیا آج جنگ ہے عیسائیوں سے تم نے سنی نہیں؟ انہوں نے کہا سنا ہے۔ لو جی میں اس کے تین چار جملے عرض کرتا ہوں۔ لکھ لو اپنے کاغذوں پر۔ یاد رکھیے۔

پہلی بات' خنساء رضی اللہ عنہا نے یہ کہا کہ بیٹا تمہیں میں نے آج کے دن کے لئے جنا تھا۔ دوسری بات یہ کہ میں نے تمہارے باپ سے کوئی خیانت نہیں کی۔ تیسری بات یہ کہ تمہارے ماموں کو میں نے شرمندہ نہیں کیا۔ اور چوتھی بات یہ کہی کہ تم چاروں صبح میدان جنگ میں بھرتی ہو جاؤ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے دشمنوں سے لڑو۔ اتنا لڑو اتنا لڑو کہ تم چاروں شہید ہو جاؤ تاکہ قیامت کے دن میں سر اونچا کر کے کہہ سکوں کہ میں چار شہیدوں کی ماں ہوں۔

یہ چاروں بھائی جنگ قادسیہ میں شہید ہو گئے اور روانہ کرتے ہوئے ماں نے یہ کہا تھا کہ بیٹا میں تمہاری شہادت کی منتظر رہوں گی اور ہر وقت باوضو رہوں گی تاکہ شہادت کی خبر آئے تو نفل پڑھنے میں وضو کی وجہ سے دیر نہ لگے۔ یہ جنگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوئی تھی جب قاصد آئے اس گلی میں میدان جنگ کے حالات بتانے۔ اس نے کہا خنساء رضی اللہ عنہا گھر میں ہے' کہا گیا ہاں۔ قاصد نے کہا تیرے چاروں بچے شہید ہو گئے۔ اس نے فوراً" کہا اللہ تیرا شکر ہے۔ باوضو تو تھی مصلے پر چڑھ کر شکرانے کے نفل پڑھے اور کہا۔ اے اللہ! تو نے چار دیئے تھے' میں نے چاروں تجھے دے دیئے۔ اگر تو مجھے اور دیتا تو میں اور بھی دیتی۔

بسلسلہ قادیانی شبہات کے جوابات

مرزا قادیانی کا اللہ تعالیٰ پر افتراء

اداره

سوال نمبر ۶۸ : مرزا قادیانی جھوٹ بولا کرتے تھے ؟۔

جواب : مرزا قادیانی کا جھوٹ بولنا یا جھوٹا ہونا تو ایک ایسا بدیہی امر ہے کہ جس میں شک ہی نہیں اور کیوں نہ ہو تا کہ میرے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد دعویٰ نبوت کرنے والے کذاب ودجال ہوں گے۔ کذاب ودجال مبالغہ کا صیغہ ہے 'یعنی ان کی ہربات میں دجل و فریب ہو گا۔ تو مرزا قادیانی نے خدا پر افتراء کیا' آقائے نامدار ﷺ پر افتراء کیا' عیسیٰ علیہ السلام پر افتراء کیا' غرضیکہ کوئی بڑی سے بڑی قابل احترام شخصیت کو اس نے معاف نہیں کیا۔ میرے مخدوم حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی جو رد قادیانیت پر کام کرنیوالے تمام علماء کے سرخیل ہیں۔ انہوں نے چوہدری ظفر اللہ خان قادیانی کو دعوت اسلام دینے کے لئے۔ ایک گرانقدر کتابچہ تحریر فرمایا تھا جس میں مرزا قادیانی کے تیس جھوٹ تحریر کیے ہیں۔ تحفہ قادیانیت جلد اول کے ص ۱۸۳ سے ص ۱۹۷ تک مطالعہ کریں۔ صرف افتراء علی اللہ 'افتراء علی الرسول 'اور افتراء علی عیسیٰ علیہ السلام کے دس دس نمونے حضرت نے پیش فرمائے۔ مرزا کے باقی افتریات وکذبات کا آپ نے ذکر نہیں فرمایا ورنہ کذبات مرزا پر کئی کتب رد قادیانیت کی لائبریری میں موجود ہیں۔

اب مرزا کے ان تیس جھوٹوں کو ملاحظہ فرمائیں :۔

اللہ تعالیٰ پر افتراء

مرزا قادیانی نے اللہ تعالیٰ پر جو افتراء کیے ہیں چند مثالیں ان کی ملاحظہ فرمائیں :۔

(۱)۔۔۔۔۔" سورۃ تحریم میں صریح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ بعض افراد اس امت کا نام مریم رکھا گیا ہے اور پھر پوری اتباع شریعت کی وجہ سے اس مریم میں خدا تعالیٰ کی طرف سے روح پھونکی گئی اور روح پھونکنے کے بعد اس مریم سے عیسیٰ پیدا ہو گیا اور اسی بناء پر خدا تعالیٰ نے میرا نام عیسیٰ بن مریم رکھا۔" (ضمیمہ براہین پنجم ص ۱۸۹ 'روحانی خزائن ص ۳۶۱ ج ۲۱)

مرزا قادیانی نے قرآن کریم کے صریح حوالے سے جو کچھ لکھا ہے کیا یہ خالص افتراء نہیں ؟۔

(۲)۔۔۔۔۔۔"لیکن مسیح کی راست بازی اپنے زمانے میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر) ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں یا اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا' یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اسی وجہ سے قرآن میں یحییٰ کا نام "حصور" رکھا' مگر مسیح کا نام نہ رکھا' کیونکہ ایسے قصے اس نام رکھنے سے مانع تھے۔" (دافع البلاء آخری صفحہ)

گویا جتنی باتیں مرزا قادیانی نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کی ہیں قرآن نے ان کو تسلیم کیا ہے اسی بنا پر ان کا نام "حصور" نہ فرمایا گیا۔ حالانکہ ان فواحش کو کسی نبی کی طرف منسوب کرنا کفر ہے اور اس کے لئے قرآن کریم کا حوالہ دینا خالص افتراء ہے۔

قادیانی "سیرۃ المہدی" کے مطالعہ کے بعد فرمائیں کہ کیا "بے تعلق جوان عورتیں" خود مرزا قادیانی کی "خدمت" سے تو بہرہ ور نہیں ہوا کرتی تھیں؟ مثلاً زینب' عائشہ' بھانو' کاکو' تائی' وغیرہ وغیرہ اور یہ کہ کیا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے آئینے میں مرزا قادیانی کو خود اپنا ہی رخ زیبا تو نظر نہیں آگیا؟

اس سلسلے میں اگر قادیانی "اخبار الحکم قادیان" جلد ۱۱ ش ۱۳ صفحہ ۱۳ مورخہ ۱۷ اپریل ۱۹۰۷ کا مندرجہ ذیل "فتویٰ" بھی سامنے رکھیں تو انہیں فیصلہ کرنے میں مزید آسانی ہوگی۔

سوال۔۔۔۔۔۔ حضرت اقدس (مرزا قادیانی) غیر عورتوں سے ہاتھ پاؤں کیوں دھلواتے ہیں؟

جواب۔۔۔۔۔۔ وہ نبی معصوم ہیں ان سے مس کرنا اور اختلاط منع نہیں بلکہ موجب رحمت وبرکات ہے۔

سوال۔۔۔۔۔ حضرت کے صاحب زادے "غیر عورتوں" میں بلا تکلف اندر کیوں جاتے ہیں؟ کیا ان سے پردہ درست نہیں؟

جواب۔۔۔۔۔۔ ضرورت حجاب صرف احتمال زنا کے لئے ہے۔ جہاں اس کے وقوع کا احتمال کم ہو ان کو اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ کر دیا ہے۔ اسی واسطے انبیاء' اتقیاء لوگ مستثنیٰ بلکہ بطریق اولیٰ مستثنیٰ ہیں۔ پس حضرت کے صاحب زادے اللہ تعالیٰ کے فضل سے متقی ہیں ان سے اگر حجاب نہ کریں تو اعتراض کی بات نہیں۔ (سبحان اللہ کیا شان تحقیق ہے۔۔۔۔۔ ناقل)

قرآن کریم کے حوالے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر مرزا قادیانی نے جو افتراء پردازی کی ہے

اسے اس فتوے کی روشنی میں پڑھ کر غالباً قادیانی مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے یہی فرمائیں گے :۔

؎ حملہ برخود می کنی اے سادہ مرد
ہمچو آں شیرے کہ برخود حملہ کرد

(۳)۔۔۔۔۔۔ ''اور اس عاجز کو خدا تعالیٰ نے آدم مقرر کر کے بھیجا ہے اور ضرور تھا کہ وہ ابن مریم جس کا انجیل اور فرقان میں آدم بھی نام رکھا گیا ہے۔''(ازالہ اوہام ص ۶۹۶ خزائن ص ۴۷۵ ج ۳)

یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کا نام قرآن میں آدم رکھا گیا ہے۔ خالص جھوٹ اور افتراء علی اللہ ہے۔

(۴)۔۔۔۔۔۔ ''اور مجھے بتلایا گیا ہے کہ تیری خبر قرآن و حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے کہ '' ھوالذی ارسل رسولہ .... کلہ''(اعجاز احمدی ص ۷' روحانی خزائن ص ۱۱۳ ج ۱۹)

یہاں جس ''رسول'' کا تذکرہ ہے اس سے مراد آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ہے اور مرزا قادیانی کا اپنے آپ کو اس آیت کا مصداق قرار دینا قطعی طور پر افتراء علی اللہ ہے اور اس کے لئے ''الہام'' پیش کرنا افتراء بر افتراء ہے۔

(۵)۔۔۔۔۔۔ '' قادیان میں خدائے تعالیٰ کی طرف سے اس عاجز کا ظاہر ہونا الہامی نوشتوں میں بطور پیش گوئی پہلے سے لکھا گیا تھا۔''(ازالہ ص ۷۲ حاشیہ' روحانی خزائن ص ۱۳۹ ج ۳)صریح جھوٹ اور افتراء علی اللہ ہے۔

(۶)۔۔۔۔۔۔ ''لیکن ضرور تھا کہ قرآن شریف کی وہ پیش گوئیاں پوری ہوتیں جس میں لکھا تھا کہ مسیح موعود جب ظاہر ہوگا تو (۱)اسلامی علماء کے ہاتھ سے دکھ اٹھائے گا۔(۲) وہ اس کو کافر قرار دیں گے۔(۳)اور اس کے قتل کے فتوے دیئے جائیں گے۔(۴)اور اس کی سخت توہین ہوگی۔(۵)اور اس کو اسلام سے خارج اور (۶) دین کے تباہ کرنے والا خیال کیا جائے گا۔(اربعین نمبر ۳ ص ۱۷' روحانی خزائن ص ۴۰۴ ج ۱۷)

قرآن کریم میں مسیح موعود کے بارے میں کہیں ایسا مضمون نہیں اس لئے یہ چھ کی چھ پیش گوئیاں

جو مرزا غلام احمد قادیانی نے قرآن کریم سے منسوب کی ہیں قطعاً سفید جھوٹ ہے۔ہاں مرزا غلام احمد قادیانی کے گھر میں جو قرآن کا خاص نسخہ تھا جسے انہوں نے اپنے مرحوم بھائی کو پڑھتے ہوئے کشفی حالت میں دیکھا :

''جس کے دائیں صفحہ پر نصف کے قریب مرزا صاحب نے ''انا انزلناہ قریباً من القادیان'' کی آیت لکھی ہوئی دیکھ کر فرمایا تھا کہ تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے۔مکہ ' مدینہ اور قادیان۔(ازالہ اوہام ص ۷۷ 'روحانی خزائن ص ۱۴۰ ج ۳)

اگر اس عجیب وغریب قرآن میں مسیح موعود کی یہ چھ علامتیں بھی لکھی ہوں تو ممکن ہے کہ قادیانی کو اس ''قادیانی قرآن'' کی زیارت وتلاوت کا شرف حاصل ہوا ہو۔ورنہ اگر مندرجہ بالا عبارت میں قرآن کریم سے وہی کتاب مقدس مراد ہے جس کے حافظ دنیا میں لاکھوں موجود ہیں تو اس عبارت کے جھوٹ اور افتراء ہونے میں کیا شک ہے۔۔۔۔۔ یہ مرزا غلام احمد قادیانی کی مراقی مسیحیت کے کرشمے ہیں کہ وہ خود سے خود پیدا ہو کر مسیح بن مریم بن گئے۔دمشق کو قادیان میں بلوالیا اور مکہ 'مدینہ کے مساوی اعزاز کو قرآن میں درج کر کے اسے رجسٹرڈ کرالیا۔

(۷)۔۔۔۔۔۔''پھر خدائے کریم جل شانہ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں تو بعض کو اس کے بعد پائے گا 'تیری نسل بہت ہوگی۔''(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء مجموعہ اشتہارات ص ۱۰۲ ج ۱)''اس عاجز نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں یہ پیشگوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے بیان کی تھی کہ اس نے مجھے بشارت دی ہے کہ بعض بابرکت عورتیں اس اشتہار کے بعد بھی تیرے نکاح میں آئیں گی اور ان سے اولاد پیدا ہوگی۔''(اشتہار محک اخیار واشرار یکم ستمبر ۱۸۸۶ء مجموعہ اشتہارات ص ۱۳۰ ج ۱)

واقعات نے ثابت کردیا کہ یہ مرزا غلام احمد قادیانی کا افتراء علی اللہ تھا کیونکہ اس کے بعد کوئی مبارک یا نامبارک خاتون ان کے حجلہ عروسی کی زینت نہ بن سکی 'نہ اس سے ''بہت نسل'' ہوئی۔

(۸)۔۔۔۔۔۔''الہام'' بکر وثیب یعنی خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ وہ دو عورتیں میرے نکاح میں لائے گا ایک بکر ہوگی اور دوسری بیوہ۔چنانچہ یہ الہام جو بکر کے متعلق تھا پورا ہوگیا۔۔۔۔۔اور بیوہ کے الہام کی انتظار ہے۔''(تریاق القلوب ص ۳۴ 'روحانی خزائن ۲۰۱ ج ۱۵)

یہ افتراء علی اللہ ثابت ہوا 'کیونکہ یوم وفات تک مرزا غلام احمد قادیانی کو کسی بیوہ سے عقد نصیب

نہ ہوا۔ کاش! مرزا غلام احمد قادیانی کے مرید ان کی اس پیش گوئی کو پورا کردیتے تو ان کے افتراء علی اللہ کی فہرست میں کم از کم ایک کی کمی تو ہو جاتی۔

(۹)۔۔۔۔۔۔ ’’شاید چار ماہ کا عرصہ ہوا کہ اس عاجز پر ظاہر کیا گیا تھا کہ ایک فرزند قوی الطاقتین کامل الظاہر والباطن تم کو عطا کیا جائے گا۔ سو اس کا نام بشیر ہوگا۔۔۔۔۔۔۔ اب زیادہ تر الہام اس بات پر ہو رہے ہیں کہ عنقریب ایک اور نکاح تمہیں کرنا پڑے گا اور جناب الٰہی میں یہ بات قرار پا چکی ہے کہ ایک پارسا طبع اور نیک سیرت اہلیہ تمہیں عطا ہوگی وہ صاحب اولاد ہوگی۔‘‘ (مکتوبات احمدیہ ج ۵ نمبر ۲ ص ۵)

واقعات نے ثابت کردیا کہ نکاح اور فرزند کا یہ سارا قصہ محض تسویل نفس تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے کمال جرات سے خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کردیا۔

(۱۰)۔۔۔۔۔۔ ’’اس خدائے قادر و حکیم مطلق نے مجھ سے فرمایا کہ اس شخص (احمد بیگ) کی دختر کلاں (محترمہ محمدی بیگم مرحومہ) کے لئے سلسلہ جنبانی کر۔۔۔۔۔۔ پھر ان دنوں جو زیادہ تصریح کے لئے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی' ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اس عاجز کے نکاح میں لاوے گا۔‘‘ (اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء مجموعہ اشتہارات ص ۱۵۸٬۱۵۷ ج ۱)

بعد کے واقعات سے اللہ تعالیٰ نے ثابت کردیا کہ اس اشتہار اور اس موضوع پر مرزا غلام احمد قادیانی کی تمام تحریروں کا ایک ایک لفظ جھوٹ اور افتراء علی اللہ تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اسی افتراء پر کفایت نہیں کی بلکہ زوجنکھا کی الہامی آیت بھی نازل کرلی۔ یعنی خدا تعالیٰ نے محمدی بیگم کا نکاح مرزا غلام احمد قادیانی سے کردیا۔ یہ خدا پر جھوٹ باندھنے کی بہت ہی نمایاں مثال ہے۔

میں قادیانیوں سے فیصلہ چاہتا ہوں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ آسمانی نکاح' مرزا سلطان محمد مرحوم کے زمینی نکاح سے پہلے ہوا تھا یا بعد میں؟ اگر بعد میں ہوا تھا تو گویا خدا کے نزدیک نکاح پر نکاح بھی جائز ہے اور اگر پہلے ہوا تھا تو مرزا غلام احمد قادیانی کی آسمانی منکوحہ کو ان کے گھر آباد کرنے کی ذمہ داری بھی خدا پر تھی' مگر خدا تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا۔ اب یا تو یہ کہا جائے گا کہ نعوذ باللہ خدا تعالیٰ اپنے فیصلوں کو نافذ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا یا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ نے قصداً مرزا غلام احمد قادیانی کو ذلیل و رسوا کرنا چاہا۔ کیونکہ مرزا غلام احمد قادیانی اسی نکاح کے سلسلے میں فرماتے ہیں:

”یا درکھو اگر اس پیش گوئی کی دوسری جزو پوری نہ ہوئی تو میں ہر ایک بد سے بد تر ٹھہروں گا۔“(ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۴)

قادیانیوں کی خدمت میں یہ گذارش ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے اس افتراء علی اللہ کے بارے میں اپنا منصفانہ فیصلہ صادر کرتے وقت یہ قانونی نکتہ فراموش نہ فرمائیں کہ میری بحث اس میں نہیں کہ یہ پیش گوئی شرطی تھی یا غیر مشروط؟

میری بحث یہ ہے کہ اگر مرزا غلام احمد قادیانی کا افتراء نہیں تھا اور واقعتاً مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ محمدی بیگم کا نکاح خدا تعالیٰ نے کر دیا تھا تو اپنے اس وعدہ کو پورا کرنے کے لئے اس نے ”ہر ایک مانع“ کو کیوں دور نہیں کیا؟ جب کہ مرزا قادیانی اس پیشگوئی کو پورا نہ ہونے کی صورت میں اپنے ”بد سے بد تر“ ہونے کا اعلان بھی فرما چکے ہیں اب دو ہی صورتیں ممکن ہیں یا یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی مفتری تھے اور انہوں نے اپنی ذاتی خواہش کا الہام گھڑ کر خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا تھا یا یہ کہ اللہ تعالیٰ بالقصد مرزا کو ”بد سے بد تر“ ثابت کرنا چاہتے تھے۔

بقیہ از صفحہ 10

نے امن عامہ کو مستحکم اور مصلحت عامہ کو استوار کیا۔ آپ کی قیادت نے غریبی ' امیری عالم شباب اور عالم شباب ' امن و جنگ ' گدائی و پادشائی ' رنج و راحت ' حزن و مسرت کے ہر درجہ ہر پایہ اور ہر مقام پر انسان کی رہبری کی۔ اور جس نے حیوان ناطق کو کفر و شرک کی ظلمت سے نکال کر نور ایمان کی طرف منتقل کر دیا۔ علوم و عرفان کی ابر باراں سے اپنے فیض کرم کے ترشحات کے ذریعہ کائنات کے تشنہ لبوں کو سیراب کیا۔

بقیہ از صفحہ 50

حضرات گرامی میری باتیں لمبی ہو گئیں۔ ملک عزیز کی حفاظت کے لئے ایک دوسرے سے بڑھ کر خداوند کریم پر توکل کر کے نکلو گے تو فتح تمہارے قدم چومے گی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

قادیانی کرتوت

مولانا اللہ وسایا

۴جون ۱۹۳۳ء کو سیالکوٹ میں حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی کا قادیانی مربی محمد سلیم سے مناظرہ تھا۔ اس دوران میں مولانا سیالکوٹی نے آپ ﷺ کی ختم نبوت کے اثبات کے ضمن میں یہ حدیث پیش کی :

”انه سيكون فى امتى ثلاثون كذابون وفى رواية دجالون كلهم يزعم انه نبى وانا خاتم النبيين لانبى بعدى“

﴿ترجمہ : آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد تیس کذاب ودجال آئیں گے۔ ان میں سے ہر ایک (دجال) اپنے متعلق گمان کرے گا کہ میں نبی ہوں۔ (آپ ﷺ فرماتے ہیں) کہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔﴾

اس پر قادیانی مناظر نے کہا کہ اس روایت کے علاوہ ایک روایت میں ستر جھوٹے مدعیان کا بھی ذکر ہے۔ مگر حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اپنی کتاب فتح الباری میں ان دونوں روایتوں کو ضعیف کہا ہے۔ اس پر مولانا سیالکوٹیؒ نے فرمایا کہ فتح الباری میں تیس دجالوں والی کو ضعیف نہیں کہا گیا اس لئے کہ یہ بخاری و مسلم میں موجود ہے۔ فتح الباری میں ستر دجالوں والی روایت کو دو سندوں سے نقل کیا گیا ہے۔ علامہ عسقلانیؒ نے ان دونوں سندوں کو ضعیف کہا ہے۔ اس پر قادیانیوں کے منہ لٹک گئے۔ لیکن ایک موقعہ پر ایک عجیب واقعہ ہوا جو قادیانی کردار وروایات کا آئینہ دار ہے۔ کشف الحقائق روئیداد مناظرہ ص ۱۳۱ سے ص ۱۳۴ تک پیش خدمت ہے۔

جناب حافظ صاحبؒ ستر دجال والی روایت کی نسبت کہتے ہیں۔ کہ دو طریق سے مروی ہے۔ اور ان دونوں کی اسناد ضعیف ہے۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ قریباً تیس والی اور ستر والی ہر دو روایات ضعیف ہیں۔ حجج الکرامہ کی عبارت کو سمجھنا اگر آپ کے لئے مشکل ہو تو اصل کتاب فتح الباری دیکھئے۔ جو حافظ صاحبؒ کی اپنی تصنیف ہے۔ اس میں وہ نہایت صفائی سے لکھتے ہیں :

”وفى رواية عبدالله بن عمرو عندالطبرانى لاتقوم الساعة حتى يخرج سبعون كذاباً وسندها ضعيف. وعندابى يعلى من حديث انس نحوه وسنده ضعيف

ایضاً (فتح الباری جز ۲۹ ص ٥٦٤ مطبوعہ دہلی)‘‘

﴿ترجمہ: کہ عبداللہ بن عمرو کی روایت میں امام طبرانیؒ کے نزدیک یہ وارد ہے۔ کہ ستر کذاب نکلیں گے۔ اور اس کی سند ضعیف ہے۔ اور ابو یعلیٰؒ کے نزدیک حضرت انسؓ کی حدیث سے بھی اسی طرح ہے۔ اور اس کی سند بھی ضعیف ہے۔﴾

اس عبارت کو علامہ عینی حنفیؒ نے بھی اپنی شرح صحیح بخاری میں اسی طرح نقل کیا ہے۔ اور مسئلے کو صاف کر دیا ہے۔ کہ ستر کی تعداد والی ہر دو روایات جو طبرانیؒ اور ابو یعلیٰؒ نے روایت کی ہیں۔ وہ دونوں ضعیف ہیں۔ (عینی ج ۱۱ص ۳۶۸)

جب مولانا سیالکوٹی نے فتح الباری کی عبارت مذکورہ بالا پڑھ کر سنائی تو لوگ حضرت مولانا ممدوح کے وسعت مطالعہ اور تبحر علمی سے حیران رہ گئے۔ کہ جس امر کو حضرت مولانا نے صبح کی مجلس میں بغیر کتاب دیکھنے کے زبانی بیان کیا تھا۔ اس وقت کتاب میں سے عین بعین وہی نکلا۔ مرزائی اس وقت سخت شرمسار تھے کہ دھوکا کارگر نہیں ہو سکا۔ اور کوئی مغالطہ پیچ نہیں سکا۔ آخر قادیانی محمد سلیم شرمندگی دھونے کو کہنے لگے۔ کہ لائیے کتاب۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے فتح الباری کی وہ جلد بھی بھیجدی۔ جس میں عبارت زیر سوال مذکور تھی۔ اور ساتھ ہی یہ بھی للکار کر کہا کہ سب سر جوڑ کر اس کا مطالعہ کریں۔

جب حضرت مولاناؒ نے کتاب مرزائیوں کی طرف بھیجی تو آپ سے مولوی احمد دین صاحب گکھڑوی نے کہا کہ مولانا ان کو کتاب نہیں دینی چاہیئے۔ اس لئے کہ ایک دفعہ میں نے ان کو کتاب بھیجی تھی تو انہوں نے صرف مطلب والا ورق درمیان میں سے پھاڑ ڈالا تھا۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کی اس قیمتی کتاب کو نقصان پہنچائیں۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ نہیں یہ لوگ مجھ سے ایسا سلوک نہیں کر سکتے۔ خصوصاً قادیانی غلام رسول کی موجودگی میں کہ اول تو وہ سن رسیدہ ہیں۔ دیگر یہ کہ میں نے ان کو چنیوٹ میں مار پیٹ سے بچایا تھا۔ اور وہ اس وقت سے میرا احسان مانتے ہیں۔ اور میں بھی ان کی عزت کرتا ہوں۔ خیر قادیانی سر جوڑ کر کتاب کا مطالعہ کرنے لگے۔ اور شرمندگی کو اندر ہی اندر پینے لگے۔ اس کے بعد ان کو کئی نوبتیں تقریر کے لئے ملیں اور مولانا صاحب نے کئی دفعہ مطالبہ کیا کہ فتح الباری کے حوالے کا کیا جواب ہے۔ لیکن قادیانیوں نے اخیر تک جواب نہ دیا۔ بلکہ کتاب بھی خاتمہ پر واپس کی حضرت مولانا صاحب نے کتاب رکھ لی اور کھول کر نہیں دیکھی کہ اسے کچھ نقصان پہنچایا ہے یا نہیں۔ کیونکہ آپ کا خیال تھا کہ وہ مجھ سے ایسا سلوک نہیں کریں گے۔

مولوی احمد الدین صاحب سچے!

اس کے چند دن بعد جب مولانا صاحب کو فتح الباری کی اس جلد کو دیکھنے کا اتفاق ہوا تو دیکھا کہ وہ ورق بیچ بیچ پھٹا پڑا ہے۔ لیکن چونکہ اس کی جلد موٹی تھی اور اس کی سلائی باہر کی تھی اس لئے وہ ورق نکل نہیں سکا۔ اور ٹیڑھا پھٹنے سے چوری ظاہر ہو جانے کا اندیشہ ہوا تو اسی طرح اٹکا ہوا رہنے دیا۔ مولانا صاحب نے خطبہ جمعہ میں وہ کتاب صدہا حاضرین کو دکھائی اور سارا مذکورہ بالا ماجرا مع مولوی احمد دین صاحب گکھڑوی کی دور اندیشی اور سابقہ تجربہ کے سنایا۔ حضرت مولانا نے یہ بھی فرمایا کہ عبدالرحمٰن قادیانی کیونکہ کتاب اتنی دیر تک انہی کے ہاتھ رہی کی بد تہذیبی اور گندہ زبانی کا قائل ہوں۔ اسی طرح ان کی بد دیانتی کا بھی قائل ہو گیا ہوں۔ کیونکہ یہ دوسرا موقع ہے کہ انہوں نے ایسی شرارت کی۔ پہلی شرارت یہ تھی کہ مباحثہ روپڑ میں جب انہوں نے سورۃ انفال کی آیت غلط پڑھی تو میں نے اس کی تصحیح کے لئے اپنی حمائل مترجم ڈپٹی نذیر احمد صاحب مرحوم ان کے پاس بھیجی۔ اس وقت بھی قادیانی غلام رسول ان کے پاس تھے۔ باوجود بار بار مطالبہ کرنے کے تو وہ آیت کی غلطی کا اقرار کریں اور نہ حمائل واپس کریں۔ آخر بہت اصرار کے بعد غلام رسول قادیانی نے واپس دلوائی۔ جب قادیانی عبدالرحمٰن نے میری کتاب کو اس طرح نقصان پہنچایا یہ ان کی نہایت پاجیانہ شرارت ہے۔ حضرت مولانا صاحب نے خطبہ جمعہ میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ایسی شرارت میں جماعت مرزائیہ پر شرعاً چار الزام قائم ہوتے ہیں۔

اول............ یہ کہ حق ظاہر ہو جانے پر بجائے تسلیم کرنے کے اس کو چھپانے کی کوشش کی۔

دوم............ یہ کہ یہ کتاب عاریۃً دی گئی تھی۔ اور بموجب حدیث شریف کے مستعار چیز امانت ہوتی ہے۔ (ابن ماجہ) اس لئے وہ خیانت کے مرتکب ہوئے۔

سوم............ یہ کہ بیگانی چیز کو مالک کی نظر سے اوجھل بغیر اس کی رضا کے ورق نکالنے کی کوشش کی جو چوری ہے۔

چہارم............ یہ کہ بیگانی چیز کو ناحق اور بے وجہ نقصان پہنچایا جو منع ہے۔

حاضرین جمعہ یہ کوائف اور کتاب کی یہ حالت دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اور قادیانیوں سے ان کی بے ایمانیوں کے بعد ان کی شرارتوں کی وجہ سے بھی سخت متنفر ہو گئے۔ چنانچہ اب سیالکوٹ میں قادیانی سخت ذلیل و خوار اور حقیر و شرمسار ہوئے۔

جماعتی سرگرمیاں!

ادارہ

مولانا اللہ وسایا صاحب اور مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کا دورہ سندھ

(حکیم محمد سعید انجم) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے راہنماؤں مولانا اللہ وسایا اور مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے دس روزہ حیدر آباد اور میر پور خاص ڈویژن کا دورہ کیا۔ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے ۳ جون کو حیدر آباد میں مدرسہ مفتاح العلوم کے طلباء' علماء' مسجد ابراھیم خلیل اللہ ہیر آباد' جامع مسجد وحدت کالونی میں مختلف پروگراموں سے خطاب کیا۔ ۴ جون کا جمعہ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے گولارچی جامع مسجد مدینہ میں پڑھایا اور بعد نماز عشاء مسجد اقصیٰ میں درس قرآن ہوا۔ ۵ جون کو مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی' مولانا محمد علی صدیقی نے ضلع ٹھٹھہ' بدین' میر پور خاص' ضلع عمر کوٹ کا دورہ کیا۔ مدرسہ دار الفیوض ہاشمیہ سجاول میں بعد نماز ظہر طلباً' علماء کے ایک اجتماع سے خطاب کیا۔ رات کو ٹنڈو غلام علی میں مدرسہ تعلیم القرآن میں ختم نبوت کانفرنس سے مولانا شجاع آبادی اور مولانا محمد علی صدیقی نے خطاب کیا۔ ۷ جون کو میر پور خاص میں مولانا فیض اللہ کے مدرسہ مدینۃ العلوم میں علماء اور طلباء سے مولانا شجاع آبادی نے خطاب کیا۔ رات کو بسم اللہ مسجد سٹیلائٹ ٹاؤن میں ایک جلسہ عام ہوا۔ جس سے مولانا شجاع آبادی اور مولانا محمد علی صدیقی نے خطاب کیا۔ ۸ جون کو ٹالپی میں ایک اجلاس سے مولانا شجاع آبادی نے خطاب کیا۔ ۹ جون سے کنری میں تین روزہ تربیتی کنونشن تھا۔ پہلا پروگرام ۹ جون بعد نماز ظہر ہوا۔ جس سے مولانا اللہ وسایا صاحب نے خطاب کیا۔ دوسرا اجلاس بعد نماز عشاء تھا۔ تیسرا بیان ۱۰ جون بعد نماز ظہر تھا جس میں مولانا اللہ وسایا نے قادیانیت کے مختلف سوالات کے جوابات دیئے۔ ۱۰ جون کو بعد نماز عشاء فضل بھمبرو میں ختم نبوت کانفرنس تھی۔ جس سے مولانا اللہ وسایا' مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی' مولانا محمد علی صدیقی' قاری عبدالستار' قاری راشد اللہ کا بیان ہوا۔ ۱۱ جون کا جمعہ کنری جامع مسجد بخاری میں مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے پڑھایا۔ مولانا اللہ وسایا نے عمر کوٹ کی جامع مسجد مدینہ میں ایک عظیم الشان جمعہ کے اجتماع سے خطاب کیا۔ یہ تمام پروگرام عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سندھ کے مبلغ مولانا محمد علی صدیقی اور مولانا محمد نذر عثمانی کی نگرانی میں ہوئے۔

قادیانیوں کا ہر محاذ پر مقابلہ کریں گے

قصور (نمائندہ) قادیانیوں کا ہر محاذ پر مقابلہ کریں گے۔ یہ بات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت قصور کے مبلغ مولانا عبدالرزاق مجاہد نے جامعہ رحیمیہ ترتیل القرآن بھسر پورہ میں کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے ایک اجلاس میں کہی۔ اجلاس کی صدارت و تلاوت قاری مشتاق احمد رحیمی نے کی۔ اجلاس میں قاری حبیب اللہ قادری، مولانا محمد زبیر شاہ ہمدانی، قاری محمد اسحاق، قاری محمد رمضان، قاری شاہ محمد، محمد یونس بھٹی حاجی اللہ دتہ مجاہد، حافظ عبداللطیف، قاری محمد بلال، چوہدری محمد معصوم انصاری، چوہدری حافظ محمد حنیف ظفر ایڈووکیٹ، حاجی شبیر احمد کے علاوہ کثیر تعداد میں کارکنوں نے شرکت کی۔ اجلاس کی غرض و غایت قصور کے مبلغ مولانا عبدالرزاق شجاع آبادی نے بیان کی۔ مولانا نے بارڈر ایریا کے نزدیک کھر پڑ بمٹھار، گنڈا سنگھ، چوڑی والا، للیانی و دیگر کئی ایک قصبات کا دورہ کیا۔ درس دیئے، لٹریچر تقسیم کیا۔ مولانا نے کہا کہ نور پور قصبہ میں قادیانی فتنہ مرزائیوں کے جاگیرداروں کی وجہ سے جنم لے رہا ہے اور قادیانی توہین رسالت کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ مولانا نے حکمرانوں سے مطالبہ کیا کہ مرزائیوں کو اسلامی قوانین کا پابند کیا جائے۔ مرتد کی شرعی سزا موت نافذ کی جائے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پشاور کی مجلس عاملہ کا اجلاس

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پشاور کی مجلس عاملہ کا اجلاس زیر صدارت مولانا مفتی محمد شہاب الدین جامع مسجد قاسم علی خان میں ہوا۔ جس میں سال ۱۴۱۹ھ کی مجلس کی تبلیغی سرگرمیوں پر تفصیلی بحث کی گئی۔ اور فیصلہ کیا گیا کہ قادیانی غیر مسلم اقلیت کی خلاف اسلام سرگرمیوں اور ملک دشمن سازشوں پر گہری نظر رکھتے ہوئے مجلس کی تبلیغی جدوجہد کو مزید وسعت دے کر قرب و جوار کے علاقوں تک پھیلایا جائے۔

اجلاس میں آئندہ ۲۵ واں یوم ختم نبوت ۷ ستمبر کو منانے کا فیصلہ کیا۔ جس کی صدارت کے لئے شیخ المشائخ حضرت خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم امیر مرکزیہ کو دعوت دینے اور خطاب کے لئے مقامی علماء کرام کے علاوہ شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا صاحب کا فیصلہ ہوا۔ پشاور میں مرزائیت اور دیگر فرقہ ہائے باطلہ کے عقائد اور کفریات کے خلاف علماء خطباء مدارس اسلامیہ اور کالج کے طلباء نیز تعلیم یافتہ مسلمانوں کی آگاہی اور تیاری کے لئے ریفریشر کورس کا فیصلہ کیا گیا۔ جن کی تاریخوں کا اعلان مجلس

مرکزیہ سے رابطہ کے بعد کیا جائے گا۔ اجلاس میں لاہور کے کذاب مدعی نبوت اور توہین رسالت کے مرتکب مجرم یوسف کذاب کی رہائی پر گہری تشویش ظاہر کی گئی۔ اور اسے ایک سازش قرار دیتے ہوئے کہا گیا کہ اگر سپریم کورٹ اور عدالتوں کی توہین کے فیصلے دنوں میں ہو سکتے ہیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ شان رسالت ﷺ جس پر دنیا بھر کی تمام عدالتوں کو قربان کیا جاسکتا ہے اور مسلمانوں کے نزدیک تمام کائنات مقام رسالت ﷺ کے مقابل کچھ وقعت نہیں رکھتی۔ اس کی توہین کرنے کے مجرم کا فیصلہ چند منٹوں میں کیوں نہیں ہو سکتا۔ اجلاس میں یوسف کذاب کی فوری گرفتاری اور اسے تختہ دار پر لٹکانے کا مطالبہ کیا گیا۔

مولانا بشیر احمد صاحب اور مولانا خدا بخش صاحب کا دورہ سکھر، خیر پور

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم تبلیغ مولانا بشیر احمد اور مولانا خدا بخش شجاع آبادی ۸ جون کی شام کو سکھر دفتر میں تشریف لائے۔ ۹ جون صبح آٹھ بجے جامعہ دارالہدیٰ ٹھیڑی گئے۔ جہاں جامعہ کے اساتذہ کرام سے ملاقات ہوئی اور جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا قاضی حمداللہ نے اساتذہ کرام کا تعارف کرایا۔ مولانا بشیر احمد نے اساتذہ کرام کو قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں سے آگاہ کیا۔ حضرت مولانا قاضی حمداللہ، حضرت مولانا مفتی غلام قادر اور تمام علماء کرام نے قادیانیوں کی سرگرمیوں کے سدباب کے لئے مکمل تعاون کا وعدہ فرمایا۔ اس کے بعد یہ وفد خیر پور روانہ ہو گیا۔ بارہ بجے سے لے کر ڈیڑھ بجے تک خیر پور جامعہ مسجد حمادیہ میں علماء کرام کے بیانات ہوئے۔ اس کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سکھر کے امیر محترم آغا سید محمد ناظم اعلیٰ قاری خلیل احمد، مولانا عبدالمجید، قاری عبدالحفیظ اور دیگر علماء کرام سے ملاقاتیں ہوئیں۔ ۹ جون کو جامعہ حمادیہ منزل گاہ میں مولانا بشیر احمد اور مولانا خدا بخش کا بیان ہوا۔ اس کے بعد جامعہ اشرفیہ میں ان علماء کرام کا خطاب ہوا۔ وفد نے سکھر کی مشہور و معروف دینی اور روحانی شخصیت حاجی فاروق ؒ کے انتقال پر حاجی صاحب ؒ کے والد اور بھائی سے تعزیت کی۔ اور مرحوم و مغفور کی بلندی درجات کے لئے دعا کی۔ ۱۰ جون کو مولانا خدا بخش نے پہلے مدینہ مسجد کپڑا مارکیٹ میں ساڑھے بارہ سے لے کر ایک بجے تک بیان فرمایا۔ اس کے بعد ڈیڑھ سے لے کر دو بجے تک جامع مسجد بندر روڈ میں خطاب فرمایا۔ بعد نماز جمعہ قاری جمیل احمد کی عیادت کی۔

✱

چونڈہ میں رد قادیانیت کورس

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما مولانا اللہ وسایا نے کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امت محمدیہ میں تمام انبیاء علیہم السلام کے نمائندہ بن کر تشریف لائیں گے۔ یہودیت اور عیسائیت تو غلط فہمی میں انہیں مصلوب قرار دیئے ہوئے ہیں۔ مگر آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی نے دجل و فریب کا سہارا لے کر مسیح موعود ہونے کا بے بنیاد دعویٰ کیا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کا مرتکب ہوا۔ مگر مقام افسوس ہے کہ اپنے مخصوص مفادات کے تحت دنیائے عیسائیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین میں مرزائیوں کے ہم نوا بنے ہوئے ہیں۔ اور توہین رسالت آرڈیننس کی بلاوجہ مخالفت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے مرکزی جامع مسجد شاہ فیصل چونڈہ میں رد قادیانیت کے تربیتی کورس کے اختتام پر خطاب کرتے ہوئے کیا۔ کورس کی چھ نشستوں میں علاقے کے تعلیم یافتہ طبقہ کے افراد نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ کورس کی مختلف نشستوں سے حضرت مولانا اللہ وسایا' حضرت مولانا عبداللطیف مسعود' حضرت مولانا خدا بخش شجاع آبادی' مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی' مولانا فقیر اللہ اختر' مولانا محمد عارف' عالمی مجلس کے ضلعی امیر پیر سید شبیر احمد گیلانی' مولانا عزیز الرحمن قاسمی' مولانا خلیل الرحمن راشدی' مولانا قاری محمد انور انصر' مولانا قاری محمد شفیق ربانی' حافظ عبدالکبیر' پروفیسر شجاعت علی مجاہد اور مولانا محمد شفیع نعمانی نے خطاب کیا۔ کورس کے انتظام وانصرام کے لئے چوہدری محمد ارشد' میاں عبدالغنی' میاں تاج دین و دیگر احباب نے حصہ لیا۔

قادیانی لڑکوں کا داخلہ منسوخ کیا جائے

ضلع خیر پور میرس کی تحصیل صوبھوڈیرو کے شہر رانی پور میں مظہر مسلم ماڈل سکول رانی پور میں بڑی تعداد میں قادیانیوں کے لڑکے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ہمارا پرنسپل سے مطالبہ ہے کہ وہ فوراً کارروائی کرتے ہوئے ان قادیانی لڑکوں کا داخلہ منسوخ کیا جائے۔ اور انہیں سکول سے نکالا جائے۔ کیونکہ یہ لڑکے قادیانی کی تبلیغ کرتے ہیں۔ اگر انہیں نہ نکالا گیا تو حالات کی تمام تر ذمہ داری سکول کے پرنسپل پر ہوگی۔ یہ بات جمعیت علماء اسلام ضلع خیر پور میرس کے سیکرٹری اطلاعات حافظ گل محمد نے ایک ہنگامی اجلاس میں کہی۔ جو لڑکے سکول مذکورہ میں پڑھتے ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں: عرفان احمد ولد نجیب احمد چیمہ (کلاس فرسٹ ایئر)' عدنان احمد ولد نجیب احمد چیمہ (میٹرک)' نواب احمد ولد نسیم احمد' مہتاب احمد ولد نسیم احمد' شمیم احمد ولد نسیم احمد' یہ سب گوٹھ چیمہ اور نزدیک کے چھوٹے دیہات چھانی تحصیل صوبھوڈیرو کے رہنے والے ہیں۔

بچوں کا صفحہ
مرزائیوں کے بڑوں کے لئے

اشتیاق احمد

سوال

ایک مرزائی کتاب کا نام "آیت خاتم النبیینؐ اور جماعت احمدیہ کا مسلک" ہے.... یہ کتاب کسی ایک ادمی کی مرتب کردہ نہیں ہے.... پوری مرزائی جماعت کی طرف سے ہے.... گویا پوری مرزائی جماعت اس کتاب کو اپنی جماعت کی کتاب مانتی ہے.... اپنی جماعت کا عقیدہ ان لوگوں نے اس کتاب میں واضح کیا ہے.... لیجئے اس کتاب کے دو اقتباسات پڑھئے:

کتاب کے صفحہ ۳۴ پر تحریر ہے۔

"حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں.... "حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النبیینؐ اور خاتم المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا ہے"۔ (یعنی دین کامل ہو چکا ہے اور وہ نعمت بمرتبہ تمام پہنچ چکی جس کے ذریعے انسان راہ نجات کو اختیار کر کے خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔ (یعنی دین کی نعمت مکمل ہو چکی ہے)

یہ الفاظ خود مرزا قادیانی کے ہیں.... ازالہ اوہام صفحہ ۷۹ حوالہ اسی کتاب پر دیا گیا ہے۔

دوسرا اقتباس:

"حضرت مسیح موعود (نعوذ باللہ) فرماتے ہیں: (یعنی مرزا لکھتا ہے)

چونکہ آنحضرت ﷺ اپنی پاک باطنی، عصمت، حیا و صدق و صفا اور توکل میں سب انبیاء سے بڑھ کر اور سب سے افضل و اعلیٰ و اکمل و ارفع و اجلی و اصفی تھے، اسی لئے خدائے جل شانہ نے انہیں کمالات کے عطر سے سب سے زیادہ معطر کیا"۔

یہ الفاظ بھی مرزا قادیانی کے اپنے ہیں.... اس کی کتاب سرمہ چشم آریہ صفحہ ۲۳ کا حوالہ اس کتاب پر دیا گیا ہے۔

آپ نے یہ دو اقتباس پڑھے.... اور غور سے پڑھے.... تو اب ملاحظہ فرمائیں کہ مرزا کا اپنا بیٹا مرزا بشیر الدین محمود جو مرزائیوں کا دوسرا خلیفہ بھی تھا، کیا لکھتا ہے:

"یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے.... حتیٰ کہ محمد ﷺ سے بھی بڑھ سکتا ہے"۔ (مرزا بشیر الدین محمود کی ڈائری، اخبار الفضل قادیان نمبر۵ جلد نمبر۱۰۔ ۱۷ جولائی ۱۹۲۲ء)

ایک طرف جماعت مرزائیہ اپنے مسلک میں لکھ رہی ہے کہ دین کامل آپ ﷺ کے ہاتھ پر ہو چکا ہے.... اور آپ ﷺ اپنے تمام تر کمالات میں سب سے بڑھ کر ہیں.... اور مرزا بشیر الدین لکھ رہا ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے برا درجہ پا سکتا ہے.... یہاں تک کہ آپ ﷺ سے بھی بڑھ سکتا ہے۔ (نعوذ باللہ)

ہم مرزائیوں سے پوچھتے ہیں.... ان میں سے وہ کون سی بات کو درست سمجھتے ہیں.... اپنے جھوٹے نبی کی بات یا جھوٹے خلیفہ کی بات؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

☆ نعت ☆

وہ سارے نبیوں میں آخری

درود ان پر سلام ان پر
ہر ایک نعمت تمام ان پر

خدا کے پیغام بر محمد
خدا کا اترا کلام ان پر

وہ سارے نبیوں میں آخری ہیں
خدا کا ہر حکم تام ان پر

وہ سب سے اعلیٰ وہ سب سے اولیٰ
جہاں کے لاکھوں سلام ان پر

انہی کے دم سے زماں مکاں ہیں
ہے ختم عالی مقام ان پر

ہیں ان کے اخلاق سب سے عالی
ہے ختم حسن کلام ان پر

رخ محمد جہاں سے اعلیٰ
فدا ہے ماہ تمام ان پر

وہ حق کے داعی وہ سچ کے راہی
نہیں کسی کو کلام ان پر

مکاں سے جب لا مکاں گئے وہ
نظام شمسی تھا جام ان پر

وہ سب سے اول وہ سب سے آخر
ازل ابد ہے تمام ان پر

بنے جو ایمان و حق کے داعی
نگہ تھی خیرالانام ان پر

حبیب بھیجوں میں چشم تر کو
جھکا جھکا کے سلام ان پر

از ابن انیس مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی
مہتمم جامعہ ملیہ اسلامیہ فیصل آباد

یہ کتابیں آپ کے دل کی کایا پلٹ سکتی ہیں

خاصان خدا کا خوف آخرت

جس کا حصہ اول صحابہ کرامؓ کے رقت انگیز اور عبرت افروز احوال و کوائف سے مزین ہے اور حصہ دوم تابعین 'تبع تابعین اور بزرگان دین کے خوف آخرت سے متعلق احوال و واقعات سے مزین و مرصع ہے قیمت-/99روپے

پراسرار بندے
جلد اول 'جلد دوم

مولانا روم و علامہ اقبال کے منتخب اشعار کی روشنی میں عشق رسولؐ کے محبت پر مبنی متوثر واقعات اسلاف کی صداقت اور حق پسندی کے ابتدائے اسلام سے عصر حاضر تک مستند واقعات کامل سیٹ-/285روپے

قرآن کریم اور علم نفسیات

اعجاز قرآنی کا ایک منفرد شاہکار ' انسانی نفسیات اور احکام قرآن کا اچھوتے موضوع پر لاجواب کتاب قیمت-/180روپے

فضائل جماعت

جس میں نماز کے فضائل و محاسن اور جماعت کے متعلق بہت سے احکام و مسائل ترغیب و ترہیب 'بشارت و وعید کے انداز میں
قیمت-/54روپے

دینی دستر خوان

مدینہ منورہ کی وجد آفریں مبارک ماحول میں ترتیب دیے جانے والا جدید اسلامی انسائیکلو پیڈیا 'عقائد 'عبادات 'معاشرت 'اخلاقیات 'مذاہب عالم 'سیاست اور ان جیسے دیگر ہزاروں عنوانات کے گرد گھومتی ایک نادر 'اچھوتی اور دلچسپ کتاب اب جلد نمبر ۳ بھی زیر طبع قیمت-/900روپے

جنت اور اس کے حسین مناظر

جنت کے جمیع احوال 'اہل جنت کے لئے جملہ اقسام نعمت کا باحوالہ مستند تذکرہ اب جدید ایڈیشن میں خوبصورت جلد قیمت-/66روپے

تاریخ جنات و انسان اور ان کی دعوت

کتاب کا موضوع نام سے واضح ہے اپنے دلچسپ اور منفرد عنوان پر ایک اچھوتی تصنیف علماء دیوبند کی تصدیق شدہ قیمت-/135روپے

شرح اسماء الحسنٰی

اللہ تعالیٰ کے مبارک اسماء کی دلچسپ تشریح مناسب موقع واقعات اور خواص اسماء کے ساتھ قیمت-/150روپے

ناشر **طیب اکیڈمی**
بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
© 41501
540513

Manthly **Laulak** Multan Regd.No.M-108

دنیابھر کے مناظرین ومبلغین اور فتنہ قادیانیت کے خلاف کام کرنے والوں کیلئے عظیم خوشخبری

ختم نبوت پاکٹ بک

مسئلہ ختم نبوت، رفع ونزول سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور کذب مرزا پر امت محمدیہ کے علماء واہل قلم نے گرانقدر کتب تحریر فرمائیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابر کی خواہش تھی کہ ان رشحات قلم اور بکھرے ہوئے موتیوں کی آب دار مالا تیار کردی جائے۔ اس نئی ترتیب میں جدید وقدیم قادیانی اعتراضات کے جامع ومانع مسکت، دندان شکن جوابات جمع کردیئے جائیں۔ اکابر واصاغر کی خواہش کے احترام میں یہ کام مولانا اللہ وسایا کے سپرد کیا گیا۔

خصوصیات: کام کرنے کے لئے یہ خطوط متعین کئے گئے ہیں کہ:

الف...... عقیدہ ختم نبوت پر قرآن وسنت اور اجماع امت کے دلائل ہوں۔

ب...... مسیلمہ کذاب سے قادیانی کذاب تک تمام بے دین وبد دین افراد وجماعتوں کے جملہ اعتراضات کے جوابات میں مناظرین اسلام نے جو کچھ ارشاد فرمایا سب کو جمع کردیا جائے۔

ج...... مناظر اسلام حجۃ اللہ علی الارض حضرت مولانا لال حسین اخترؒ فاتح قادیان استاذ المناظرین مولانا محمد حیاتؒ کی عمر بھر کی ریاضت وفتنہ قادیانیت سے متعلق ان کی علمی محنت کو انہی کی نوٹ بکوں کی مدد سے مرتب کردیا جائے۔

د...... پیر مہر علی شاہ گولڑوی، مولانا سید محمد علی مونگیروی، مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری، مولانا مفتی حسن چاندپوری، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا بدر عالم میرٹھی، مولانا عبدالغنی پٹیالوی، مولانا محمد چراغ، مولانا محمد مسلم دیوبندی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا میر ابراہیم سیالکوٹی، مولانا عبداللہ معمار نے قادیانی شبہات کے جوابات میں جو کچھ فرمایا وہ سب اس کتاب میں سمو دیا جائے۔

ہ...... مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ سے دوران تعلیم مولانا بشیر احمد فاضل پوری اور مولانا اللہ وسایا نے جو کچھ تحریری طور پر محفوظ کیا۔ اسی طرح مناظر اسلام فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ سے حکیم العصر مولانا محمد یوسف لدھیانوی، حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر، مولانا خدا بخش، مولانا جمال اللہ، مولانا منظور احمد، مولانا محمد اسماعیل اور دیگر حضرات نے جو کچھ پڑھا، مطبوعہ یا مخطوط جو بھی میسر آئے موقعہ بموقعہ اس کتاب میں شامل کردیا جائے۔

تاکہ: یہ ایک ایسی دستاویز تیار ہو جائے جسے قادیانی شبہات کے جوابات کا انسائیکلوپیڈیا قرار دیا جاسکے۔ الحمدللہ ان خطوط پر مولانا موصوف نے کام کیا۔ پہلا حصہ جو ختم نبوت کے مباحث پر مشتمل ہے۔ وہ تقریباً مکمل ہوگیا ہے۔ پاکٹ سائز کے تین صد سے زائد صفحات ہوں گے۔

اس وقت: ختم نبوت پاکٹ بک کا یہ حصہ کمپوز، پروف ریڈنگ کے مراحل سے گزر رہا ہے۔ مولانا کی تمام مصروفیات معطل کرکے اس کام کی تکمیل پر لگادیا گیا ہے۔ قارئین کرام! اللہ رب العزت کے حضور دعا فرمائیں کہ عالمی مجلس اس فرض وقرض سے جلد عہدہ برا ہو۔

دعا گو وجو (مولانا) عزیز الرحمٰن جالندھری عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت صدر دفتر ملتان پاکستان